ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
16
20 تا 26 رجب المرجب 1438ھ/ 18 تا 24 اپریل 2017ء

انسانی اطاعت کی حدود

’’جس بات کے ماننے میں اللہ کی نافرمانی ہو اس میں کسی بندے کی فرماں برداری نہ کرو۔‘‘ (الحدیث)

اسلام نے یہ کہہ کرفی الحقیقت ان تمام ماسواء اللہ اطاعتوں اور فرماں برداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد و حرِ کامل کر دیا، جس کی بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجھل ہو رہے تھے۔ اور اس ایک ہی جملہ میں انسانی اطاعت اور پیروی کی حقیقت اس کی وسعت اور احاطہ کے ساتھ سما دی۔ اس تعلیمِ الٰہی نے بتلا دیا ہے کہ جتنی اطاعتیں، جتنی فرماں برداریاں، جتنی وفاداریاں اور جس قدر بھی تسلیم واعتراف ہے، صرف اُسی وقت تک کے لیے ہے جب تک کہ بندے کی بات ماننے سے اللہ کی بات نہ جاتی ہو اور دنیا والوں کے وفادار بننے سے اللہ کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آ جائے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آ پڑے تو پھر تمام طاعتوں کا خاتمہ، تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست، تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع، اور تمام دوستوں اور محبتوں کا اختتام ہے۔ اس وقت نہ تو حاکم حاکم ہے، نہ بادشاہ بادشاہ، نہ باپ باپ ہے، نہ بھائی بھائی، سب کے آگے تمرد چاہیے۔ پہلے جس قدر فرماں برداری تھی، اتنی ہی اب نافرمانی مطلوب ہے۔ پہلے جس قدر جھکاؤ تھا، اتنا ہی اب تناؤ ہو، کیونکہ رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے۔ رشتہ دراصل ایک ہی تھا اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتہ کی خاطر تھے۔ حکم ایک ہی کا تھا اور یہ سب اطاعتیں اسی ایک کی اطاعت کے لیے تھیں۔ جب ان کے ماننے میں اُس سے انکار، اور ان کی وفاداری میں اُس سے بغاوت ہونے لگی تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا، اسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا اور جس کے ہاتھ نے ملایا تھا اُسی کے ہاتھ نے الگ بھی کر دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد

اس شمارے میں

وَمَکَرُوۡا وَمَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ۝
ربّ کو کسی شریک کی ضرورت نہیں!
مطالعۂ کلامِ اقبال
جمہوریت کی حقیقت اسلام کی رو سے
زور آور کے ظلم کا سایہ
جھوٹ کی تین قسمیں
حقیقی گیم چینجر
اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی
ایاز قدرِ خود بشناس

الہدیٰ (751)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اللہ تعالیٰ کے کلمات بے انتہا ہیں

سُورۃُ الکَھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:109, 110

قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

اب اس سورت کی آخری دو آیات آ رہی ہیں جو گویا توحید کے دو بہت بڑے خزانے ہیں۔

آیت ۱۰۹ ﴿قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾﴾ ''(اے نبیﷺ!) آپ کہیے کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے میرے رب (کے کلمات کو لکھنے) کے لیے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں اگرچہ اسی کی طرح اور (سمندر) بھی ہم (اس کی) مدد کے لیے لے آئیں۔''

سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت سے پہلے کی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ذکر ہے' جبکہ یہاں آیت زیر نظر میں اللہ تعالیٰ کے کلمات کا ذکر ہے۔ اللہ کے کلمات سے مراد اس کی مختلف النوع مخلوقات ہیں' اور اُس کی ہر مخلوق اُس کے ایک کلمہ کُن کا ظہور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوقات کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

آیت ۱۱۰ ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ﴾ ''(اے نبیﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں تو بس تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں' مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے۔''

﴿فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾﴾

''پس جو کوئی بھی اُمید رکھتا ہو اپنے رب سے ملاقات کی تو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

یعنی عبادت خالص اللہ کی ہو۔ یہ توحید عملی ہے۔ ''اور کہہ دیجیے کہ کل حمد اور کل شکر اللہ کے لیے ہے جس نے نہیں بنائی کوئی اولاد' اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک بادشاہی میں' اور نہ ہی اس کا کوئی دوست ہے کمزوری کی وجہ سے اور اُس کی تکبیر کرو جیسے کہ تکبیر کرنے کا حق ہے''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا بلند مقام اور اُس کی شان بیان کر کے شرک کی نفی کی گئی ہے۔

دراصل اللہ کے ساتھ شرک کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو اللہ کو مرتبہ الوہیت سے نیچے اتار کر مخلوقات کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا ہے یا پھر مخلوقات کی صف میں سے کسی کو اٹھا کر اللہ کے برابر بٹھا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں اللہ کی کبریائی کا اعلان کرنے کا حکم دے کر شرک کی پہلی صورت کا ابطال کیا گیا ہے جبکہ سورۃ الکہف کی آخری آیت میں شرک کی دوسری صورت یعنی مخلوقات میں سے کسی کو اللہ کے برابر کرنے کی نفی کی گئی ہے۔

فرمان نبویؐ

اُمورِ ایمان

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَنۡ کَانَ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَلۡیَقُلۡ خَیۡرًا اَوۡ لِیَصۡمُتۡ، وَمَنۡ کَانَ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَلَا یُؤۡذِ جَارَہٗ، وَمَنۡ کَانَ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَلۡیُکۡرِمۡ ضَیۡفَہٗ)) (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے بھلی بات کرنی چاہیے یا اسے خاموش رہنا چاہیے' اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نیکی اور خیر کی بات کرے' ہمسایوں کا خیال رکھے اور مہمان کی عزت و توقیر کرے' یعنی اس کی اچھی مہمان نوازی کرے' جب کہ غلط گفتگو' بیہودہ گوئی' ہمسایوں کو اذیت میں مبتلا رکھنا اور مہمان کی مہمان نوازی میں بخل سے کام لینا ایمان کے منافی ہے۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 رجب المرجب 1438ھ جلد 26
18 تا 24 اپریل 2017ء شمارہ 16

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○

یوں تو دنیا میں بہت سے ممالک ہیں جو اللہ کی اس زمین پر فساد برپا کرتے رہتے ہیں، لیکن تین ممالک پر مشتمل ایک ایسی شیطانی تکون وجود میں آچکی ہے جسے امن عالم کسی صورت قبول نہیں ہے۔ یہ تکون امریکہ، اسرائیل اور بھارت پر مشتمل ہے۔ اس تکون کا ظاہری سربراہ امریکہ اور حقیقی اسرائیل ہے، بھارت جنوبی ایشیا میں اُن کا نمائندہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت کی اس خطہ میں وہی حیثیت ہے جو کسی علاقے میں ایک ایسے غنڈے کی ہوتی ہے جسے تھانیدار کی سرپرستی اور آشیر باد حاصل ہو۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دنیا میں جگہ جگہ خون کی ہولی کھیلنے والا اور بدترین نوعیت کی درندگی کا مظاہرہ کرنے والا امریکہ مہذب دنیا کا سربراہ کہلاتا ہے۔ اُس کے صدر کو امن کا نوبل پرائز دیا جاتا ہے۔ امن کے بدترین دشمن اسرائیل کا امریکہ سے وہی تعلق ہے جو دماغ کا جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طاقتور اور شتر بے مہار جثہ کو حتمی حکم اسی دماغ سے ملتا ہے۔ اس شیطانی قوت کا اس وقت اصل ٹارگٹ عالم اسلام ہے۔ سیاسی اسلام کو نیست و نابود کر دو۔ مسلمان بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی مانند ہوں، ان ہی میں سے ایک کے ہاتھ میں اپنی لاٹھی پکڑا دو۔ اِن کے گرد ایک دائرہ کھینچ دو۔ اور اپنے تنخواہ دار لاٹھی بردار کی یہ ذمہ داری لگا دو کہ کوئی بھیڑ دائرہ سے باہر نہ نکلے وگرنہ لاٹھی بردار کی بھی شامت آ سکتی ہے۔

عالم اسلام کے حوالہ سے اس وقت بدترین صورت حال ہمیں شام میں نظر آ رہی ہے۔ شام کو جن دو بنیادی وجوہات کی بنا پر فوکس کیا گیا ہے، اُن میں سے ایک تو یہ ہے کہ عراق کو تباہ و برباد کرنے، مصر پر اپنا لاٹھی بردار مسلط کرنے اور سعودی عرب کی قیادت کو یہ سمجھا دینے کے بعد کہ تمہاری سلامتی اور بقا کا انحصار اس پر ہے کہ تم ہماری پناہ میں آ جاؤ صرف شام بچا تھا جو اسرائیل کے سامنے جھکنے کو تیار نہ تھا اور گولان کی پہاڑیوں سے دستبردار نہیں ہو رہا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یہودیوں میں خصوصاً اُن کا قدامت پسند مذہبی طبقہ اُن بدقسمت اور بدبخت لوگوں پر مشتمل ہے جو ذہنی طور پر حضور ﷺ کی حقانیت کے قائل ہیں لیکن تکبر، انا پرستی اور ضد حق قبول کرنے کے راستے میں حائل ہے۔ وہ شام کے بارے میں حضور ﷺ کی پیش گوئیوں سے آگاہ ہیں۔ آپؐ کی بہت سی پیش گوئیوں کو جمع کیا جائے تو آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آخری دور میں اسلام کے عالمی غلبہ میں شام کا رول اہم اور بنیادی ہوگا۔ یہ احمق اپنے تئیں اِس کوشش میں ہیں کہ نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری۔ یہ دل کے اندھے اللہ کے مقابلے پر اُترے ہوئے ہیں۔

شام کی صورت اس وقت انتہائی پیچیدہ ہے۔ عرب سپرنگ کی آڑ میں امریکہ نے عرب میں اپنے پرانے مہرے تبدیل کیے۔ یہ عرب بہار جب شام پہنچی تو روس یہ دیکھتے ہوئے کہ امریکہ ایک تیر سے کئی شکار کر رہا ہے تو وہ امریکہ کے خلاف شام کے میدان میں ڈٹ گیا۔ امریکہ چاہتا تھا کہ شام میں اسد خاندان کی حکومت کو تبدیل کر کے اپنی وفادار حکومت لائی جائے اور اس کا شام میں اثر ورسوخ ختم کر دیا جائے۔ شام میں طرطوس کی بندرگاہ میں روس کا بہت بڑا بحری اڈہ ہے جو اب روس کا مشرق وسطیٰ میں واحد اڈہ رہ گیا ہے۔ ظاہر ہے شام میں اگر امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت قائم ہوتی ہے تو روس کا یہ اڈہ وہاں قائم نہیں رہ سکے گا۔ امریکہ نے سعودی عرب کی محبت میں نہیں بلکہ روس کو وہاں سے نکالنے کے لیے شام کے صدر بشار الاسد کے مخالفین کی بھرپور مدد کی، جس پر روس نے بڑی کامیابی سے امریکہ کو سمجھا دیا کہ وہ کسی صورت یہ نہیں ہونے دے گا اور بشار الاسد کے آگے ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا۔ امریکہ کے لیے روس کا پیغام تھا کہ چاہے براہِ راست جنگ کی نوبت کیوں نہ آ جائے۔ وہ صدر بشار الاسد کی پشت پناہی نہیں چھوڑے گا۔ جنگ عظیم دوئم کے

بعد امریکہ اور روس کی غیر اعلانیہ لیکن طے شدہ پالیسی یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک اگر کسی ایشو پر بہت زیادہ کنسرن شو کرے تو دوسرا بڑے طریقے سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ لہٰذا امریکہ نے بشارالاسد کو ہٹانے کے ایجنڈے میں تبدیلی کر دی اب شام میں امریکہ اپنے ’’دماغ‘‘ کے حکم مطابق یہ رول ادا کر رہا ہے کہ بشارالاسد جائے یا نہ جائے، جنگ کی آگ ٹھنڈی نہ ہونے پائے۔ لہٰذا بشارالاسد اور اُس کے مخالفین میں سے جو کمزور پڑے امریکہ اُس کی مدد کو آگے بڑھتا ہے جس سے جنگ جاری رہتی ہے۔ گزشتہ چند ماہ میں روس نے وحشیانہ بمباری کر کے باغیوں کو بہت کمزور کر دیا تھا اور بشارالاسد کو بہت کامیابیاں مل رہی تھیں یوں معلوم ہونے لگا تھا کہ جلد بشارالاسد کی رٹ تمام شام میں قائم ہو جائے گی۔ لیکن امریکہ نے شام کے شہر حمص میں الشعیرات نامی فضائی اڈے پر حملہ کر کے شام کے کئی جنگی جہاز تباہ کر دیئے۔ فضائی اڈے کو بھی بہت نقصان پہنچا۔ فوجی بھی ہلاک ہو گئے جس سے حکومت کے باغیوں کو کافی تقویت ملی۔ اسرائیل یہ چاہتا ہے کہ بشارالاسد کی حکومت کو امریکہ بزور بازو ختم کر دے تاکہ ایران کا حزب اللہ کی مدد کو پہنچنا ممکن نہ رہے۔ لیکن یہاں امریکہ کی مجبوری سامنے آتی ہے، وہ روس سے براہ راست تصادم کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ یہاں قرآن پاک کی وہ آیت سامنے آتی ہے: ﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ ’’اب انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔‘‘ گویا اس جنگ سے مسلمانوں کا نقصان تو بہت ہو رہا ہے لیکن اس کے طویل ہونے سے مسلمانوں کی بہتری کی کوئی نہ کوئی راہ ضرور نکلے گی ان شاء اللہ۔

کفر کا یہ مکر اور اللہ کی بہترین جوابی چال کا مظاہرہ 1980ء کے عشرہ میں بھی ہمارے سامنے آیا تھا۔ امریکہ افغانستان میں مجاہدین کے ذریعے جو جنگ لڑ رہا تھا اُسے اس خیال سے طول دے رہا تھا کہ معاشی بوجھ سوویت یونین کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر دے لیکن جہاں سوویت یونین شکست و ریخت کا شکار ہوا وہاں اس مہلت نے پاکستان کو موقع مہیا کر دیا تھا کہ وہ ایٹمی قوت بننے کے حوالے سے سرخ لکیر کراس کر جائے۔ امریکہ سب کچھ دیکھتا رہا، لیکن افغانستان کی مجبوری نے اُس کو باندھے رکھا۔

شام اور یمن میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے یہ درحقیقت مسلمانوں خاص طور پر مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ وہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں سے جوتے کھا رہے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم اللہ کے آخری نبی محمد مصطفےٰ ﷺ کی پیش گوئی پر اپنی آنکھ دیکھی شے سے زیادہ یقین رکھتے ہیں لہٰذا ہمیں یقین ہے کہ مسلمان سزا پانے کے بعد ان شاء اللہ اٹھیں گے اور امتِ مسلمہ کے مشرق و مغرب پر غلبہ حاصل کرنے میں شام کا خصوصی کردار ہوگا۔ جہاں تک شام میں کیمیائی حملے اور ردعمل میں امریکہ کے فضائی اڈے پر میزائلوں سے حملے کا تعلق ہے، ہماری رائے میں یہ اُس فریب دہی اور دھوکہ بازی کا حصہ ہے جس کے مطابق پہلے نائن الیون کا واقعہ ہوتا ہے اور پھر ردعمل میں مسلمان ممالک پر حملہ کیا جاتا ہے۔ ویسے تو روس اور ظالم و جابر بشارالاسد سے بھی کوئی ظلم اور درندگی غیر متوقع نہیں لیکن حالات و واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اگست 2013ء کی طرح اپریل 2017ء میں بھی عمل اور ردعمل دونوں ایک ہی شیطانی قوت کی طرف سے ہوا ہے۔ لہٰذا چور مچائے شور والا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔

بھارت جسے اس شیطانی تکون کا خطِ غیر مستقیم کہنا مناسب ہوگا، اُس نے جنوبی ایشیا میں طوفان اٹھایا ہوا ہے۔ علاقے کی سپر پاور بننے کے خبط نے اُسے جنونی کر دیا۔ پاکستان کا وہ پیدائشی اور ازلی دشمن ہے۔ لیکن پاکستانیوں کے لیے جو بات ایک بہت بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے، وہ اس دشمن کی کمینگی ہے جس کا تفصیلی ذکر پھر کبھی ہوگا۔ 2008ء میں وفاق پاکستان میں بننے والی پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے چونکہ ملکی سلامتی کے حوالے سے انتہائی غفلت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اب یہ راز منکشف ہو رہے ہیں کہ امریکہ کی خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں کو بے دریغ ویزے جاری کئے گئے۔ اگرچہ دشمن ممالک ایک دوسرے کی جغرافیائی حدود میں جاسوس بھیجتے رہتے ہیں۔ لیکن اس غفلت نے بھارت کو یہ جرأت دی کہ اُس نے اپنا ایک سروِنگ آفیسر پاکستان میں بطور جاسوس بھیج دیا۔ جنگ عظیم دوم کے بعد دنیا میں یہ پہلی مثال ہے کہ کسی ملک نے دشمن ملک میں سروِنگ آرمی کا کوئی افسر جاسوسی کے لیے بھیجا ہو۔ کل بھوشن یادیو بلوچستان سے پکڑا گیا۔ اُس کے پاس بھارت اور ایران کے پاسپورٹ تھے۔ بلوچستان اور کراچی میں دہشت گردی کروانے کا ٹاسک اُس کو دیا گیا تھا۔ کلبھوشن یادیو کو آرمی ایکٹ کے تحت سزائے موت سنائی گئی ہے۔ اس سے پہلے بھی بھارتی خطرناک جاسوس پکڑے گئے تھے۔ ایک کو مشرف نے امریکہ اور بھارت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ ایک کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل ہو گئی لیکن اُس کو عام قیدیوں نے جان سے مار دیا۔ بھارت نے پاکستان کے ریٹائرڈ کرنل حبیب ظاہر کو دھوکہ سے نیپال سے اغوا کر لیا ہے۔ بھارت کوشش کرے گا کہ پاکستان کو بلیک میل کرنے کے لیے ہمارے اغوا شدہ کرنل کو استعمال کرے۔ ہمیں کرنل کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ایک شخص ملک کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہی فوج میں شامل ہوتا ہے۔ اُسے غازی یا شہید ہونے کا عزم رکھنا چاہیے۔ اس حوالہ سے ہم اپنے پاکستانی سیکولر دانشوروں کے رویہ پر حیرت ہوتی ہے، دنیا بھر میں یہاں تک کہ گجرات اور کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی ہندوؤں کے ہاتھوں ہو، ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ گھنگنیاں منہ میں بھر جاتیں ہیں۔ لیکن کہیں کوئی بھارتی ہندو یا غیر مسلم کسی خود کردہ مصیبت میں پھنس جائے تو انہیں انسانی ہمدردی کا ہیضہ ہو جاتا ہے۔ وزیر اعظم کے انتہائی قریبی دوست نجم سیٹھی نے فوراً اپنے پروگرام میں کہہ دیا کہ کرنل (ر) حبیب کا اور کلبھوشن یادیو کا تبادلہ ہو جائے گا۔ ہماری درخواست ہے کہ وہ حوصلہ رکھیں اور برے کو اپنے انجام تک پہنچنے دیں اور اگر کرنل (ر) حبیب کو اللہ شہادت کے اعلیٰ رتبے سے نوازتا ہے تو ہمیں ان کی قسمت پر رشک ہے۔ البتہ ہماری دلی خواہش اور دعا ہے کہ وہ غازی بن کر اپنے دیس لوٹیں۔

☆☆☆

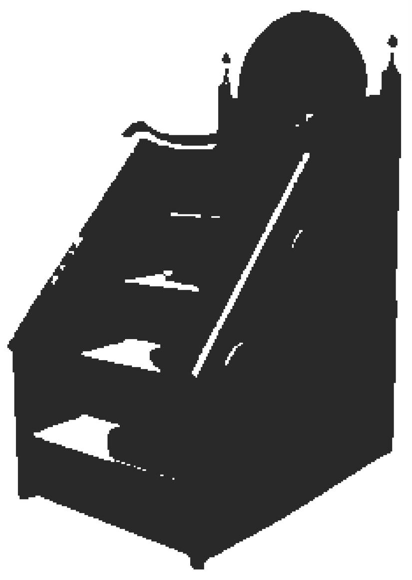

رب کو کسی شریک کی ضرورت نہیں!

سورۃ الفیل اور سورۂ قریش کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 07 اپریل 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ان شاء اللہ ہم سورۃ الفیل اور سورۂ قریش کا مطالعہ کریں گے۔ درمیان میں چند خصوصی موضوعات کی بدولت اگرچہ یہ سلسلہ قائم نہیں رہا تھا مگر آج اسی تسلسل کو دوبارہ قائم کرتے ہوئے ہم قرآن مجید کی جن سورتوں کا مطالعہ کر رہے ہیں یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا خاص طور پر تذکرہ ہے جس میں تمام انسانوں کے لیے نہایت اہم سبق ہے۔

سورۃ الفیل

یہ قرآن مجید کی چھوٹی سورتوں میں سے ایک ہے۔ اکثر لوگوں کو یاد بھی ہوتی ہے۔ اس کا نام پہلی آیت میں موجود لفظ فِیْــــل سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ہے ہاتھی۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ①﴾

''کیا تم نے دیکھا نہیں کیا حشر کیا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا؟''

اَصْحٰبِ الْفِیْل یعنی ہاتھی والوں سے مُراد یہاں ابرہہ کا وہ لشکر ہے جو بیت اللہ کو منہدم کرنے کے ارادے سے یمن سے نکلا تھا اور مکہ پر چڑھائی کر دی تھی۔ اس لشکر میں کچھ ہاتھی بھی تھے جو عربوں کے لیے بالکل نئی بات تھی۔ اسی لیے عربوں نے اس لشکر کو اصحاب الفیل کا نام دیا۔ یعنی ہاتھی والے اور جس سال یہ واقعہ پیش آیا اسے عرب تاریخ میں عام الفیل کہا جاتا ہے یعنی ہاتھیوں والا سال۔ سورۃ الفیل میں اس اہم واقعہ کو سرسری طور پر اور اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ابھی تازہ تازہ واقعہ تھا اور عربوں میں اس کا بڑا چرچا تھا۔ اس دور کی عرب شاعری میں اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ لہٰذا بچے بچے کی زبان پر اس واقعہ کا تذکرہ تھا اس لیے سورۃ الفیل میں صرف حوالہ دیا گیا ہے کہ یاد کرو تمہارے رب نے کیسے اپنے گھر کو بچایا تھا۔ اسی رب کی طرف تمہیں دعوت دی جارہی ہے۔ اس پورے واقعہ کی تفصیلات تاریخ اور احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

مرتب: ابو ابراهیم

اس واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ یمن کا ایک گورنر جس کا نام ابرہہ تھا بہت خودسر اور سرکش انسان تھا۔ اس وقت حبشہ ایک بڑا ملک تھا اور یمن کی حیثیت حبشہ کے ایک صوبے کی تھی۔ ابرہہ اگرچہ یمن کا گورنر تھا مگر اس کے عزائم کافی بڑے تھے اور اس نے خود اپنی ایک راجدھانی قائم کر لی تھی جس میں بہت سے منصوبے ابھی اس کے سامنے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار تھا اور چاہتا تھا کہ جس طرح لوگ حج کرنے کے لیے مکہ جاتے ہیں اسی طرح یمن میں آئیں اور یمن ایک مرکز بن جائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے کعبہ کے متبادل کے طور پر یمن کے دارالسلطنت میں ایک عظیم الشان گرجا (کاسا) تعمیر کیا اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ اب میں عربوں کا رخ کعبہ کی بجائے اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہیں رہوں گا۔ مورخ محمد بن اسحاق کے مطابق اس نے عام اعلان کر دیا کہ تمام عرب حج کے لیے کعبہ کے پاس جانے کی بجائے اس کلیسا کے پاس آئیں۔ اس پر غصہ میں آ کر ایک عرب نے کلیسا میں گھس کر رفع حاجت کر دی اور ایک روایت میں ہے کہ چند عرب نوجوانوں نے اس کو آگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ البتہ تاریخ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابرہہ نے یہ کام خود کیا تھا تاکہ اسے بیت اللہ کو مسمار کرنے کا جواز حاصل ہو جائے۔

یہ بھی ایک شیطانی صفت ہے کہ خود ایک جرم کر کے اس کا الزام دوسروں پر لگا کر اپنے مقاصد پورے کیے جائیں۔ جیسا کہ آج کل بھی ابلیس اپنے پیروکاروں سے یہی کچھ کروا رہا ہے جبکہ ابرہہ تو اس وقت ابلیس کا پکا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ بہرحال اس کے بعد اس نے مکہ پر چڑھائی کا قصد کیا۔ تاریخ میں اس واقعہ کی کافی تفصیلات موجود ہیں کہ وہ کس راستے سے آیا اور کس نے اسے شارٹ کٹ راستہ بتایا۔ چنانچہ آج بھی عرب ابوریحان نامی ایک آدمی کی قبر پر کنکریاں مارتے ہیں کہ یہی وہ خبیث شخص ہے جس نے ابرہہ کو بیت اللہ تک پہنچنے کا راستہ بتایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابرہہ کا یہ لشکر ساٹھ ہزار فوجیوں پر مشتمل تھا جو ہاتھیوں اور ہر طرح کے جنگی ساز و سامان سے لیس تھا۔

ابرہہ کی اس لشکر کشی کے پس پردہ کئی ایک مقاصد تھے جن میں ایک مقصد عربوں کی تجارت پر قبضہ کرنا بھی تھا۔ اس زمانے میں تجارت پر عربوں کی خاصی اجارہ داری تھی۔ اس کی ایک بنیادی وجہ ان کا کعبے کا متولی ہونا بھی تھا جس کا تفصیلاً ذکر اگلی سورت میں آئے گا۔ مکہ میں تو کوئی شے پیدا نہیں ہوتی تھی کیونکہ یہ ایک خشک ریگستانی علاقہ تھا۔ اس لیے قریش کا بنیادی ذریعہ معاش تجارت ہی

تھا۔ فارایسٹ اور انڈیا سے مال تجارت لے کر جہاز آتے تھے اور یمن کے ساحل پر رکتے تھے۔ پھر وہاں سے مال تجارت شام اور یورپ کی منڈیوں تک عربوں کے ذریعے ہی پہنچتا تھا کیونکہ نہر سویز تو اس وقت بنی نہیں تھی اور دوسرا کوئی سمندری راستہ اس وقت دریافت نہیں ہوا تھا۔ بہت دیر بعد واسکوڈی گاما نے جو راستہ دریافت کیا وہ بھی پورے براعظم افریقہ کے جنوب اور مغرب میں چکر کاٹ کر یورپ پہنچتا ہے جس میں ہزاروں میل کا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ واحد ٹریڈ روٹ اس وقت یہی تھا جس پر عربوں کی اجارہ داری تھی۔ قریش کو یہ قدرتی سہولت بھی حاصل تھی کہ ان کے پاس بار برداری کے اونٹ تھے جن کے ذریعے وہ مال تجارت یمن سے لے کر شام پہنچاتے تھے اور شام سے پھر وہ یورپ کی طرف جاتا تھا۔ اسی طرح یورپ سے جو مال شام آتا تھا اس کو قریش یمن پہنچاتے تھے جہاں سے وہ پھر بحری جہازوں کے ذریعے انڈیا اور فارایسٹ تک پہنچتا تھا۔ اس طرح عالمی تجارت میں عربوں کا مرکزی کردار تھا جس کی وجہ سے وہ مالدار بھی تھے اور کعبے کا متولی ہونے کی وجہ سے پورے خطے میں ان کے تجارتی قافلوں کے لیے کوئی رکاوٹ اور خطرہ بھی نہ تھا۔

چنانچہ ان تمام حقائق کے پیش نظر ابرہہ ایک ایسا گیم چینجر اقدام چاہتا تھا جس کے ذریعے مکہ کی بجائے یمن کو مرکزی حیثیت حاصل ہو جائے اور عالمی تجارت پر بھی یمن کی اجارہ داری قائم ہو جائے۔ ان مقاصد کے لیے اس نے مکہ پر چڑھائی کی۔ عرب تاریخ دان محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ ابرہہ کے مقدمۃ الجیش نے قریش کے اونٹ پکڑ لیے۔ ظاہر ہے اتنی بڑی فوج کے آگے کون مزاحمت کر سکتا تھا۔ ان میں قریش کے اکثر سرداروں کے اونٹ بھی تھے۔ اس کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک ایلچی کے ذریعے اہل مکہ کو پیغام بھیجا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا بلکہ اس گھر کو ڈھانے آیا ہوں۔ اگر تم نہ لڑو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔ بلکہ صرف اس گھر کو مسمار کر کے واپس آجاؤں گا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے ایلچی کو ہدایت کی کہ اہل مکہ اگر بات کرنا چاہیں تو ان کے کسی سردار کو میرے پاس لے آنا۔ اس وقت عبدالمطلب قریش کے سب سے بڑے سردار تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ انھوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے وہ چاہے تو اپنے گھر کو بچا لے۔ یعنی یہ تو انھیں شروع سے معلوم تھا کہ یہ اللہ کا گھر ہے کیونکہ وہ اس وقت سے بیت اللہ کے کسٹوڈین تھے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈھائی ہزار برسوں میں کوئی نبی اور رسول وہاں نہیں آیا تھا۔ لہٰذا بیت اللہ کو اللہ کا گھر ماننے کے باوجود شرک میں بھی مبتلا تھے۔ وہ اللہ کے انکاری نہیں تھے بلکہ اللہ کے ساتھ کچھ شریک بنا رکھے تھے اور سمجھتے تھے کہ اگر ان کی سفارش ہو جائے تو ان کی بخشش ہو جائے گی۔ لہٰذا ان کو خوش کرو، ان کو نذرانے دو، ان کے آگے بھی سر جھکاؤ۔ لہٰذا بیت اللہ کو وہ اللہ کا گھر مانتے تھے اور ان کے ہاں اس کا تقدس بھی تھا۔ ایلچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں۔ عبدالمطلب راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ ایسے وجیہہ اور شاندار شخصیت کے مالک تھے کہ ابرہہ ان سے بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اُتر کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ واپس کر دو۔ ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا لیکن آپ صرف اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی جبکہ یہ گھر جو آپ اور آپ

پریس ریلیز 14 اپریل 2017ء

شام میں عالمی قوتیں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہیں

امریکہ کا شام میں اصل ٹارگٹ یہ ہے کہ خانہ جنگی اور مسلمانوں کی باہم خونریزی جاری رہے

ہم فیڈرل شریعت کورٹ کے چیف جسٹس کے سود کے خلاف ریمارکس کی شدید مذمت کرتے ہیں

حافظ عاکف سعید

شام میں عالمی قوتیں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ شام میں حکومت کے مخالفین کے خلاف کیمیائی ہتھیار کس نے استعمال کیے ہیں جس کے ردِعمل میں امریکہ نے اپنے بحرِاقیانوس کے اڈے سے شام کے الشعیرات کے فضائی اڈے پر میزائل برسا کراُسے تباہ و برباد کر دیا۔ البتہ امریکہ کا ماضی گواہ ہے کہ وہ خود ہی اس نوعیت کی دہشت گردی کا ارتکاب کر کے اپنے حملے کا جواز بناتا ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ بشارالاسد ایک ظالم اور درندہ صفت حکمران ہے لیکن اُس کا یہ کہنا درست معلوم ہوتا ہے کہ اب جبکہ اُس کے مخالفین پسپا ہو رہے ہیں اور ملک میں دوبارہ اُس کی رٹ قائم ہو رہی ہے، شامی حکومت کو ایسا خطرناک اقدام کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ کا شام میں اصل ٹارگٹ یہ ہے کہ خانہ جنگی اور مسلمانوں کی باہم خونریزی جاری رہے۔ اُنہوں نے فیڈرل شریعت کورٹ کے چیف جسٹس کے ان ریمارکس کی کہ جب سود حرام قرار دیا گیا تھا اُس وقت اور آج کی معیشت میں بہت فرق واقعہ ہو چکا ہے، کی شدید مذمت کی۔ اُنہوں نے کہا کہ قرآن پاک قیامت تک لوگوں کو رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ تجارت کے بنیادی اصولوں میں کوئی فرق واقعہ نہیں ہوا۔ سودی معیشت انسان کے ہاتھوں انسانوں کے استحصال کا بدترین ذریعہ ہے اور قرآن و سنت انسانوں کی گردنیں چھڑانے اور انہیں عدل مہیا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

کے آبائی دین کا مرجع ہے اس کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر تو اس کا مالک خود ہی اس کی حفاظت کرے گا۔ ظاہر بات ہے کہ ان کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ساٹھ ہزار فوج، جس کے آگے ہاتھی بھی ہیں کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا اب اللہ ہی اپنے گھر کی حفاظت کر سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ کی روایت میں اونٹوں کے مطالبے کا ذکر نہیں ہے البتہ باقی تفصیل موجود ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ جب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ یہاں پر کیوں آئے ہیں، اگر کوئی چیز مطلوب تھی تو ہمیں کہلا بھیجتے ہم خود لے کر آپ کے پاس حاضر ہو جاتے تو ابرہہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ یہ گھر امن کا گھر ہے۔ میں اس کا امن ختم کرنے آیا ہوں۔ تو عبدالمطلب نے کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط ہونے نہیں دیا۔ ابرہہ نے جواب دیا کہ ہم اسے منہدم کیے بغیر نہیں لوٹیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ آپ جو چاہیں ہم سے لے لیں اور واپس چلے جائیں۔ مگر ابرہہ نے انکار کر دیا اور عبدالمطلب کو چھوڑ کر اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی بھی اپنی تدبیر اور تیاری تھی۔ اسی دور میں آنحضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ گویا کہ یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی پلاننگ کا حصہ تھا۔ قریش ہمیشہ سے یہ مانتے آ رہے تھے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور وہ خود ہی اس کی حفاظت کرے گا مگر ساتھ شرک میں بھی بری طرح مبتلا ہو گئے تھے۔ پھر جب یہ معجزہ سامنے آیا تو کئی سال تک کسی نے کسی بت کی پوجا نہیں کی، ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ چنانچہ سورۃ الفیل میں قریش کو یہی یاد دلایا جا رہا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ①﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کیا حشر کیا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا؟''

﴿اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ②﴾ ''کیا اُس نے ان کی تمام تدبیروں کو بے کار اور غیر مؤثر نہیں کر دیا؟''

﴿وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ③﴾ ''اور اُن پر بھیج دیے جھنڈ کے جھنڈ اُڑتے ہوئے پرندوں کے۔''

روایات میں آتا ہے کہ ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں ہوتی تھیں۔ دو پنجوں میں اور ایک چونچ میں۔ یہ اللہ کی قدرت ہے وہ جس سے چاہے کام لے۔

﴿تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ④﴾ ''جو اُن پر مارتے تھے کنکر کی پتھریاں۔''

بعض اوقات مٹی کو جب پکایا جاتا ہے تو وہ پتھر کی طرح سخت ہو جاتی ہے یا کسی اور کیمیائی تعامل سے مٹی خود پتھر کی شکل میں آ جاتی ہے۔ یہاں سجیل سے مُراد مٹی سے بنے ہوئے ایسے ہی کنکر ہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ یہ کنکریاں جب کسی انسان یا ہاتھی پر گرتی تھیں تو اسے شدید کھجلی لاحق ہو جاتی تھی، پھر تھوڑی ہی دیر میں جلد پھٹ جاتی تھی، خون پانی کی طرح بہنے لگتا تھا، ساتھ ہی ساتھ گوشت اس طرح جھڑنا شروع ہو جاتا تھا کہ ہڈیاں نکل آتی تھیں۔

﴿فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ⑤﴾ ''پھر اُس نے کر دیا ان کو کھائے ہوئے بھس کی طرح۔''

ابرہہ سمیت اس کا پورا لشکر عبرت کا نشان بن گیا۔ کٹے پھٹے جسموں کے ساتھ پورا لشکر اس طرح بکھرا پڑا تھا جیسے جانور چارے کو کھا کر باقی چورا چورا کر کے بکھیر دیتے ہیں۔ دیکھنے والوں کے لیے یہ انتہائی عبرت کا سامان تھا۔ چنانچہ یہ ایک بہت بڑی نشانی تھی جو حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے ذرا قبل مکہ والوں کو دکھائی گئی کہ واقعی سب کچھ کرنے والا اور کل اختیار کا مالک اللہ ہی ہے۔ لہٰذا اس کو کسی شریک کی ضرورت نہیں ہے۔ اگلی سورت میں قریش کو یہی باور کرایا جا رہا ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے تم پر اتنے احسانات کیے ہیں۔

سورۂ قریش

﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ①﴾ ''قریش کے مانوس رکھنے کی وجہ سے۔''

﴿اٖلٰفِھِمْ رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ②﴾ ''(یعنی) سردیوں اور گرمیوں کے سفر سے ان کو مانوس رکھنے کی وجہ سے۔''

عرب کی بنسبت شام قدرے سرد علاقہ ہے لہٰذا گرمیوں میں قریش تجارتی قافلے لے کر شوق سے شام کا سفر اختیار کرتے تھے اور یمن چونکہ گرم علاقہ ہے تو سردیوں میں تجارت کی غرض سے یمن کی طرف زیادہ سفر کرتے تھے۔ یعنی دونوں موسموں میں ان کو تجارت اور سفر کے لیے سازگار مواقع میسر تھے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے لیے اللہ کی طرف سے کئی خاص اہتمام کیے گئے تھے۔ سب سے بڑھ کر بیت اللہ کا مکہ میں موجود ہونا ان کے لیے بہت بڑی نعمت تھی جس کی بدولت انہیں کئی طرح کے فوائد حاصل تھے۔

﴿فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ ③﴾ ''پس انہیں بندگی کرنی چاہیے اس گھر کے رب کی۔''

اس رب کے گھر کے طفیل انہیں یہ ساری سہولتیں مل رہی ہیں۔ تجارت کے اوپر ان کی اجارہ داری ہے۔ کوئی قافلے پر ہاتھ نہیں ڈال رہا۔ پھر بیت اللہ کی وجہ سے جو لوگ حج اور عمرے کرنے آتے تھے تو باہر سے بہت کچھ سامان معاش دستیاب ہو جاتا تھا۔ پھر اسی بیت اللہ کی بدولت انہیں پورے عرب میں امن حاصل تھا۔ لہٰذا انہیں اسی گھر کے رب کی بندگی کرنی چاہیے کیونکہ بندگی کے لائق وہی ایک ذات ہے۔

﴿الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ﴾ ''جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا''

﴿وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④﴾ ''اور انہیں خوف سے امن عطا کیا۔''

مکہ ایک خشک ریگستانی علاقہ ہے جہاں زرعی پیداوار کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قریش کے لیے روزی روٹی کا بہترین انتظام کیا ہوا تھا اور وہ خوشحال بھی تھے۔ اس کا ذریعہ اللہ نے ان کے لیے تجارت کو بنایا تھا۔ ان کے تجارتی قافلے بلا خوف و خطر یمن سے شام تک سارا سال رواں رہتے تھے۔ کوئی ان قافلوں پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا ورنہ اس وقت قافلوں کو لوٹ لینا معمول کی بات تھی۔ لیکن قریش چونکہ کعبہ کے متولی تھے اور پورے عرب سے لوگ حج بیت اللہ کے لیے مکہ میں آتے تھے اس لیے پورے عرب میں قریش مانوس تھے۔ انہیں کوئی کھٹکا نہیں تھا۔ پورے عرب میں خوف کا دور دورہ تھا لیکن قریش کے لیے ہر طرف امن تھا۔ چنانچہ اللہ کے گھر کی بدولت انہیں کئی opportunities حاصل تھیں اور یہ سب ان پر اللہ کے احسانات تھے۔ لہٰذا ان دو سورتوں میں انہیں یہی باور کرایا جا رہا ہے کہ چاہیے کہ تم اسی گھر کے مالک کی عبادت کرو، اسی کو اپنا رب مانو جس نے خود اپنے گھر کی حفاظت اور اسی گھر کی بدولت تمہیں بھوک میں کھانا اور خوف میں امن عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن مجید کو سمجھنے اور اس میں موجود ہدایت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

6 عرضِ حالِ مصنّف بحضور رحمۃ للعالمین ﷺ

25 ذوقِ حق دِہ ایں خطا اندیش را | اینکہ نشناسد متاعِ خویش را

اس (غلام قوم کے علماء مجھے) سمجھنے میں خطا کر رہے ہیں اس کو ذوقِ حق عطا فرمائیے یہ (قوم غلامی کی اتنی خوگر ہو چکی ہے کہ) اپنے فائدے کو بھی نہیں پہچانتی

26 گر دلم آئینۂ بے جوہر است | ور بحرفم غیر قرآں مضمر است

(اور) اگر میرے دل کا آئینہ (دیکھنے کے) جوہر سے خالی ہے اور میرے اشعار غیر قرآنی افکار و نظریات چھپائے ہوئے ہیں

27 اے فروغت صبحِ اعصار و دہور | چشمِ تو بینندۂ مَا فِی الصُّدُور

(اے رحمت عالم) آپ (کی تعلیمات) کا نور ہر زمان (عصر) اور مکان (دہر) کی صبح ہے آپ کی آنکھ وہ کچھ دیکھتی ہے جو بھی سینوں میں ہے

28 پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن | ایں خیاباں را ز خارم پاک کن

میرے فکر (فکر اقبال) کے ناموس کا پردہ چاک کر دیں اس گلستانِ دہر کو میرے وجود (اور میرے افکار) کے کانٹے سے پاک کر دیجیے

29 تنگ کن رختِ حیات اندر برم | اہلِ ملت را نگہدار از شرم

میرے اندر زندگی کا سامان تنگ کر دیجیے (ہند میں آباد) ملت اسلامیہ کو میرے شر سے محفوظ کر دیجیے

25۔ اے رحمۃ للعالمین ﷺ، اس غلام قوم کے بعض علماء وصوفیا مجھے سمجھنے میں خطا کر رہے ہیں۔ حالانکہ میں آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے عشق کا ہی درس دے رہا ہوں اور اس غلام قوم کو تن آسانیوں اور لذتوں کی زندگی سے نکال کر آزادی کا نغمہ سنا رہا ہوں۔ آپ ﷺ ان علماء وصوفیاء کو حقیقت شناسی کا ذوق عطا فرمایئے کہ وہ اپنے پرائے اور حق و ناحق میں امتیاز کر سکیں۔ اس وقت یہ قوم غلامی کی اتنی خوگر ہو چکی ہے کہ وہ اپنے نفع نقصان کو نہیں پہچانتی اور غلامی کی آسودگی کے مقابلے میں آزادی کی معرکہ آرا زندگی اور مہم جوئی کے خطرات سے ڈر رہی ہے۔

26۔ اے رحمت عالم ﷺ، ایک طرف میں قوم کو رمز حیات اور غلامی سے آزادی کی طرف بلا رہا ہوں اور دوسری طرف بعض علماء وصوفیاء خطا کر کے میرے خلاف زبان درازی کر رہے ہیں۔ آپ ہی اس معاملے کو دیکھ لیجئے اور فیصلہ فرما دیجئے۔

اگر میرا دل ایسا آئینہ ہے جو دیکھنے کی صلاحیت کے جوہر سے عاری ہے اور میرے اشعار قرآن مجید کی تعلیمات کے خلاف مفہوم کے حامل ہیں اور غیر قرآنی افکار و نظریات اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں تو......!

27۔ اے رحمت عالم ﷺ، یہ آپ ہی کی تعلیمات کا نور ہے کہ جس سے کُل زماں اور کُل مکاں صُبح (کی طرح روشن) ہیں اور آپ ﷺ کی آنکھ، ختم المرسلین ﷺ کی آنکھ ہے اور آپ کی نظر فراست مومنانہ کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر ہے اور آپ ﷺ ان واقعات وحالات کو بھی بھانپ لیتے ہیں جو ابھی مستقبل کے پردۂ اخفاء میں ہے اور آپ ﷺ دلوں کے راز (بھی چہروں سے پہچان لیتے ہیں سورۃ محمد ﷺ 47-30) آپ میرے افکار و نظریات اور نیت وارادہ سے بے خبر نہیں۔

28۔ (اگر میرے اشعار میں ظاہری طور پر یا بین السطور کوئی منفی بات پوشیدہ ہے) تو اے رحمت عالم ﷺ آپ میرے افکار ونظریات (فکر اقبال) کے بھرم اور حسن ظن کا پردہ چاک کر دیجئے اور حقیقت لوگوں کو دکھا دیجئے تا کہ لوگ مجھ سے دھوکہ نہ کھائیں اور اس گلستانِ ہند کے مسلمانوں کی ملت کے پہلو کو میرے کانٹے (میرے وجود اور افکار) سے آرام بخشیں اور میرا کانٹا نکال دیں۔

29۔ اے رحمت عالم ﷺ (اگر میرے اشعار اور وجود سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے تو) آپ ﷺ میرے لئے اس زندگی میں 'سامانِ حیات' کم کر دیجئے (اور میری زندگی اجیرن بنا دیجئے اور مجھے نشانِ عبرت بنا دیجئے) میرے شر اور میرے افکار ونظریات کے شر سے ہند میں آباد ملت اسلامیہ کو محفوظ کر دیجئے۔

۳۔ رومیٔ ثانی

جہاں تک دینِ حق کے اسرار ورموز اور حقائق ومعارفِ ایمانی اور علم وحکمتِ قرآنی کی ترجمانی کا تعلق ہے، حقیقت یہ ہے کہ علامہ مرحوم رومیٔ ثانی تھے! انھوں نے علی الاعلان مولانا روم کو اپنا شیخ تسلیم کیا ہے اور ''پیر رومی'' کے ساتھ بحیثیت ''مرید ہندی'' ان کے مکالمات ان کے کلام کی زینت ہیں، بلکہ ایک مقام پر انھوں نے اپنی اس نسبت کا ذکر قدرے فخریہ انداز میں بھی کیا ہے یعنی ع
''برہمن زادہ رمز آشنائے روم وتبریز است!''
(علامہ اقبال اور ہم، تالیف: ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک انقلاب کے ذریعے موجودہ نظام کو بلڈوز کر کے نیا نظام قائم کر دیا جائے: ایوب بیگ مرزا

امریکہ میں صدیوں سے الیکشن ہو رہے ہیں لیکن اس کے باوجود وہاں حکومت ہمیشہ سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

جمہوریت میں اللہ کی حاکمیت کا انکار ہے۔ منتخب نمائندے چاہیں تو سود کو حلال کر دیں چاہیں تو دو مردوں کی شادی کو حلال کر دیں: شجاع الدین شیخ

جمہوریت میں عوام کی حاکمیت کا تصور شرک ہے جبکہ حقیقت میں بھی یہ عوام کی نہیں بلکہ سرمایہ داروں کی حکومت ہوتی ہے: خالد محمود عباسی

جمہوریت کی حقیقت اسلام کی رو سے کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: جمہوریت کی تعریف کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : جمہوریت کا نظریہ سب سے پہلے پلاٹو نے پیش کیا تھا لیکن صدیوں تک یہ صرف ایک نظریہ ہی رہا۔ اس نے سب سے پہلے عملی شکل اس وقت اختیار کی جب 1788ء میں فرانس میں انقلاب آیا اور یہ جمہوری انقلاب کہلایا۔ اس کے بعد مختلف شکلیں بدلتے ہوئے جمہوریت موجودہ شکل تک پہنچی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جمہوریت کوئی نظام نہیں ہے بلکہ یہ ایک طرز حکومت ہے جو ایک نظام کے تحت ہے۔ جمہوریت کے چند احسن پہلو بھی ہیں جو اسلامی احکامات کے بھی قریب ہیں۔ مثلاً انسانی حقوق کا معاملہ، حکومت کے بنیادی فرائض کا معاملہ کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کا خیال رکھے۔ یعنی جمہوریت نام ہے اس طرزِ حکومت کا جس میں لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پسند کے حکمرانوں کا چناؤ کریں۔ جمہوریت کی دو شکلیں ہیں: (۱) پارلیمانی (۲) صدارتی۔ پارلیمانی جمہوریت میں منتخب شدہ نمائندگان قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں جاتے ہیں اور پھر قومی اسمبلی اپنا ایک وزیراعظم (چیف ایگزیکٹو) چنتی ہے۔ پارلیمانی نظام میں وزیراعظم کا انتخاب براہ راست نہیں ہوتا جبکہ صدارتی نظام میں صدر کا انتخاب براہ راست ہوتا ہے۔ صدارتی نظام میں صدر کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ سے باہر سے بھی ٹیکنو کریٹس لے سکتا ہے جبکہ پارلیمانی نظام میں وزراء صرف پارلیمنٹ سے ہی لیے جا سکتے ہیں۔

سوال: جمہوریت کی مستعمل تعریف بتایئے؟

خالد محمود عباسی : جمہوریت کی وہ معروف تعریف جس کا عوامی سطح پر بھی اطلاق ہوتا ہے وہ ہے "عوام کی حکومت عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے"۔ بظاہر یہ بہت حسین خواب ہے لیکن عملی طور پر حقیقت اس کے برعکس ہے اور یہ تعریف اسلامی تصورات سے بھی متصادم ہے۔ اسلامی تصور میں حکومت صرف اللہ کی ہے جبکہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ یعنی نائب یا نمائندہ ہے۔ جب تک نبی تھے تو اللہ کے نمائندے وہی تھے، وہی خلیفہ ہوتے تھے اور ان کے ذریعے ہی اللہ کی حکومت نافذ ہوتی تھی۔ لیکن آخری نبی ﷺ کے بعد یہ نمائندگی اُمت مسلمہ کے پاس ہے تو گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی حکومت

مرتب: محمد رفیق چودھری

عوام کے لیے اُمت مسلمہ کے ذریعے۔

سوال : کہا جاتا ہے کہ جمہوریت اپنی معروف تعریف میں شرک ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

خالد محمود عباسی : اگر ہم یہ کہیں کہ حکومت عوام کی ہے تو یہ شرک ہے۔ لیکن اگر حکومت اللہ کی ہے اور عوام کے لیے ہے اور اُمت مسلمہ کے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے ہے تو یہ شرک نہیں ہے بلکہ خلافت ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : دنیا میں جمہوریت کا نظریہ سب سے پہلے افلاطون نے پیش کیا تھا لیکن وہ طرزِ حکومت قائم نہیں ہوا۔ بلکہ جو ارتقاء ہوا اس میں پہلے قبائلی نظام ہوتے تھے جن میں ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا اور وہی فیصلے کرتا تھا، اُس کا حکم حرف آخر ہوتا تھا۔ پھر شہری دور آیا تو اس کے ساتھ ہی بادشاہی نظام بھی آ گیا جو پورے ایک علاقے کا حکمران ہوتا تھا اور اس علاقے میں اسی کا حکم چلتا تھا۔ بعض ادوار میں نبی بھی بادشاہ رہے ہیں لیکن کبھی بادشاہ اور ہوتا تھا اور نبی کوئی اور ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ تھے لیکن ان کو قرآن میں خلیفہ کہا گیا ہے۔ صرف اسی وجہ سے کہ وہ زمین پر اللہ کے نائب یعنی نمائندہ تھے جبکہ قانون اور نظام سارا اللہ کا تھا۔ جبکہ جمہوریت اپنے معروف معنوں میں شرک اسی لیے ہے کہ اس میں اللہ کی حکمرانی کا انکار ہے۔ یعنی انسان خود حاکم بن جاتا ہے اور خود ہی سارے فیصلے کرتا ہے۔ جبکہ قرآن کہتا ہے کہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ﴾ "اے اہل ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔" (الحجرات)

قرآن ہمیں حکومت کے باقاعدہ اصول دیتا ہے۔ ان کے تحت کوئی بھی طرز حکومت بنایا جا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کوئی بھی قدم آگے نہ بڑھایا جائے یعنی ہر کام قانون الٰہی کی روشنی میں ہی کیا جائے۔ البتہ جہاں احکامات واضح نہ ہوں وہاں اسلام باہم مشاورت کی بھی اجازت دیتا ہے:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪﴾ "اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔" (شوریٰ:38)

ایوب بیگ مرزا : اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی جمہوریت ہے۔ کیونکہ پاکستان کے آئین میں یہ لکھا ہے کہ No Legislation will be done repugnant to Quran and the Sunnah. کوئی بھی طرزِ حکومت ہو اگر وہ یہ طے کر دے کہ قرآن اور سنت کے مطابق تمام قوانین وضع کیے جائیں گے اور چیف ایگزیکٹو کو بھی اسی پر عمل درآمد کرانا ہوگا تو وہ اسلامی حکومت کہلا سکتی ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جمہوریت ہر جگہ آج سرمایہ دار کے قبضے میں ہے اور وہ اس کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا اصل چہرہ چونکہ

انتہائی کریہہ اور قابل نفرت ہے اور اس کے بنانے والوں کو معلوم تھا کہ دنیا اس نظام کو قبول نہیں کرے گی اس لیے انہوں نے جمہوریت کی آڑ لے لی ہے۔

سوال: جمہوریت کی خامیاں اور خوبیاں کون سی ہیں؟

خالد محمود عباسی: یہ بڑا اُلجھا ہوا معاملہ ہے کیونکہ ایک طرف اس پر کفر اور شرک ہونے کے فتوے ہیں اور دوسری طرف اس کے عین حق ہونے کے فتوے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جیسے آج ہم دیکھتے ہیں کہ دودھ کے نام پر زہر بک رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں دودھ خود برا نہیں ہے بلکہ یہ کمپنیاں ہمارے ساتھ ظلم کر رہی ہیں۔ اس لیے ہم کمپنیوں کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح جمہوریت بھی خود کوئی بُری شے نہیں ہے بلکہ اس کے نام پر ایک فریب، دھوکہ اور دجل ہے جو دنیا میں برپا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اس پورے تصور کو ہی برا کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ جمہوریت بہت سے اعتبارات سے ہمارے دین کا بھی تقاضا ہے۔ ہمارے دین میں اجماع کا تصور ہے اور وہ اکثریت کی آراء کو جمع کرنے کا ہی نام ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہی شخصی خلافت کو اجتماعی خلافت میں تبدیل کیا ہے۔ یعنی پہلے جو اتھارٹی خلیفہ کے پاس ہوتی تھی وہ اللہ نے اجماع کو دی اور سبیل مومنین کو قانون کا درجہ دیا۔ یعنی پہلے اللہ نے نبوت اور خلافت کو عوامی بنایا پھر اس کے بعد شیطان نے حاکمیت کو عوامی بنایا۔ تو جھگڑا جمہوریت اور خلافت کا نہیں ہے بلکہ خلافت اور حاکمیت کے درمیان ہے اور حاکمیت کی جو بھی صورت ہو، چاہے وہ جمہوری ہو یا شخصی ہو وہ ممنوع اور شرک ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے پہلے خلافت فارم آف گورنمنٹ کے اعتبار سے بالکل بادشاہ والی رہی ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے خلافت کا جو تصور دیا وہ بالکل عوامی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلفاء کے ہاتھ پر عوام نے باقاعدہ بیعت کی ہے۔

سوال: خلافتِ راشدہ میں چاروں خلفاء کی تقرری کو آپ جمہوریت سمجھتے ہیں؟

خالد محمود عباسی: بالکل! اس لیے کہ چاروں خلفاء کا تقرر باہمی مشاورت سے ہوا ہے اور کبار صحابہؓ کی آراء کے بعد ہوا ہے اور اس کے بعد عام بیعت کا تصور بھی ایک دلیل ہے اور اگلی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفۂ راشد کیوں جانا جاتا ہے؟ اس لیے کہ ان کی نامزدگی تو بادشاہی نظام کے تحت ہوئی لیکن انہوں نے اُس نظام کو قبول نہیں کیا اور لوگوں سے کہا کہ اگر آپ لوگ مجھے اپنا خلیفہ مانتے ہیں تو میں یہ ذمہ داری نبھاؤں گا ورنہ نہیں۔ لہٰذا لوگوں کے تسلیم کرنے کے بعد آپ خلیفہ بنے ہیں اور اسی لیے خلیفۂ راشد کہلاتے ہیں۔ آج اگر کوئی شخص بالجبر آ کر عوام کی مرضی کے خلاف اللہ کی حدود اور اسلامی قانون نافذ کر دیتا ہے تو وہ امیرالمومنین تو ہو گا لیکن خلیفۃ المسلمین تب بنے گا کہ جب وہ عوام کی مرضی سے آیا ہو گا۔

سوال: آج کل جمہوریت کے حق میں بڑے بیانات آتے ہیں۔ یہ لوگ کون سی جمہوریت کے حق میں بولتے ہیں مغربی جمہوریت یا اسلامی جمہوریت؟

ایوب بیگ مرزا: جو لوگ اس قسم کے بیانات دیتے ہیں انہیں نہ اسلام کا پتا ہے نہ جمہوریت کا۔ اگر ہم نے اسے اسلامی جمہوریت ہی بنانا ہے تو خلافت نام برا ہے؟ اگرچہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہو تو ہم اسے اسلامی جمہوریت بھی کہہ

ہمارے لیڈر بیان دیتے ہیں کہ اگر یہاں جمہوریت نہ ہوئی تو یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا حالانکہ کہنا تو یہ چاہیے کہ اس ملک میں اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نظام نہ ہوا تو پھر یہ ملک کی تباہی کا باعث بنے گا۔

سکتے ہیں لیکن جمہوریت کو جو رنگ مغرب نے دیا ہے اس میں تو اللہ کی حاکمیت کا ہی انکار ہے اور اس بے خدا جمہوریت پر مغرب کا اتنا ایمان بن گیا ہے کہ جس طرح ایک مسلمان قرآن وحدیث کے خلاف بات کو گناہ سمجھتا ہے اسی طرح مغرب میں لوگ جمہوریت کے خلاف بات کو گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ ہماری ذہنیت چونکہ غلامانہ ہے اور ہم ایک مرعوب و مقروض قوم ہیں اس لیے مغرب کا سب سے زیادہ اثر ہمارے راہنماؤں پر ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ بیان دیتے ہیں کہ اگر یہاں جمہوریت نہ ہوئی تو یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا حالانکہ کہنا تو یہ چاہیے کہ اس ملک میں اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نظام نہ ہوا تو پھر یہ ملک کی تباہی کا باعث بنے گا۔ لہٰذا اسلامی شرائط پر جمہوری نظام قائم کر کے اس کا نام اسلامی جمہوریت رکھنا چاہتے ہیں تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا مگر ہمارے راہنماؤں کو اس کا تصور ہی نہیں ہے، وہ تو مغربی جمہوریت کے قائل ہیں اور اسی کے حق میں بیانات دیتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ساتھ ساتھ آئین کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہر دم آئین کی خلاف ورزی بھی کر رہے ہوتے ہیں اور آئین میں لکھا ہوا ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہے اور قرارداد مقاصد ہمارے آئین کی بنیاد ہے۔

سوال: علامہ اقبال کا جمہوریت کے حوالے سے کیا نظریہ تھا؟

خالد محمود عباسی: جمہوریت میں عوام کی حاکمیت کا جو تصور ہے وہ شرک ہے اور علامہ اقبال نے بھی اس تصور کی نفی کی ہے۔ جبکہ حقیقت میں بھی یہ عوام کی حکومت نہیں ہے بلکہ سرمایہ داروں کی حکومت ہے۔ اقبال نے مغربی جمہوریت کے بارے میں کہا تھا کہ ؎

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
لوگوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

یہ انہوں نے اسی معنی میں کہا ہے کہ مغربی جمہوریت نے سب کو برابر کر دیا ہے۔ جبکہ حقیقت میں عوام اپنا نمائندہ چننے کی حد تک تو برابر ہیں لیکن چن لینے کے بعد اور دفعہ 63,62 پر پورا اُترنے کے بعد وہ عوام کے برابر تو نہیں رہتے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' علامہ اقبال کی آخری نظم ہے۔ جس میں انہوں نے جمہوریت پر بڑا طنز کیا ہے ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

اصل دجل تو یہ ہے کہ وہی گندگی جو پہلے منوں کے حساب سے کسی ایک فرد پر رکھی گئی تھی وہ اب تولہ تولہ کر کے عوام میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ لہٰذا جمہوریت اگر اللہ کی حاکمیت کے تحت نہیں تو یہ شرک ہے۔

خالد محمود عباسی: اصل جمہوریت ہو تو اس کا کوئی گلہ نہیں ہے لیکن یہ جمہوریت اصل میں سابقہ بادشاہی ہے اور اقبال نے اپنے خطبات میں اس کو واضح کیا ہے۔ اقبال اس بات کے بھی قائل ہیں کہ مغرب میں جو سماجی ارتقاء ہوا ہے وہ درحقیقت اسلام کی دین ہے۔ گویا اسلام کا وہ وژن جس سے مسلمانوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اس کو اللہ تعالیٰ نے مغرب کے ذریعے سے محفوظ رکھا۔ قرآن مجید میں سورۃ الانعام کی ایک آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم اکثریت کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں اللہ سے گمراہ کر کے چھوڑیں گے۔ سورۃ الانعام مکی سورت ہے اور اُس وقت اکثریت کفار و مشرکین کی تھی اور یہ بات ایک خاص سیاق و سباق میں کہی گئی ہے جس کے شروع میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان (کفار و مشرکین) کو جس طرح کی بھی نشانیاں دکھاؤ مگر یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے رابطے شیاطین کے ساتھ ہیں اور اللہ چاہتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ انہیں کے ساتھ ہو جائیں۔ لہٰذا اگر تم ان لوگوں کی پیروی کرو گے تو یہ

تمہیں گمراہ کر کے چھوڑیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: عباسی صاحب نے بالکل درست فرمایا ہے کہ مغرب کی جمہوریت دجل (دھوکہ) ہے۔ لیکن اس میں اچھائی بھی ہے اور وہ ہے سوشل جسٹس۔ بنیادی طور پر اگر آپ اسلام کو دیکھیں تو اسلام کی بنیاد بھی سوشل جسٹس ہی ہے۔ یہ چیز بھی مغرب نے اسلام سے لی ہے۔ اسلام کا کیچ ورڈ عدلِ اجتماعی ہے۔ اگر آپ عدل کو اسلام سے نکال دیں تو اسلام میں کیا بچتا ہے؟

سوال: اسلام اور جمہوریت میں کیا مطابقت ہے؟

شجاع الدین شیخ: ہمارے ہاں اُردو میں بھی جمہوریت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں جمہور کی رائے یہ ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے فلاں مسئلے پر اکثر علماء کی رائے یہ ہے۔ مگر جب علماءِ دین آراء بیان کرتے ہیں تو وہ کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق ہوا کرتی ہیں۔ فقہی مسائل میں آراء کو بیان کرنے کے اعتبار سے یہ بالکل الگ لفظ ہے۔ البتہ نظام کے حوالے سے ہمارے ہاں جمہوریت کا جو لفظ استعمال ہوتا ہے اُس سے مراد ڈیموکریسی ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلام اور جمہوریت میں مطابقت تو دور کی بات ہے بلکہ کھلا تضاد ہے۔ اسلام اللہ کی حاکمیت کی بات کرتا ہے۔

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ﴾ ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔'' (یوسف:40)

سورۃ الحجرات میں فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ﴾ ''اے اہلِ ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔''

تو ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم اپنی ذاتی حیثیت میں بھی اور اپنے اجتماعی معاملات میں بھی پابند ہیں کہ اللہ کو حاکم مانیں اور اپنے معاملات کو اللہ و رسول ﷺ کی مقرر کی ہوئی حدود سے آگے نہ بڑھائیں۔ اس کے برعکس مروجہ جمہوریت کا حاصل تو یہ ہے کہ عوام کی اکثریت کے منتخب شدہ نمائندے جو چاہیں پاس کر دیں۔ چاہے وہ سود کو حلال کر دیں، چاہے دو مردوں کی شادی کو حلال کر دیں۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات کے مطابق مروجہ جمہوریت بالکل کھلا تضاد، شرک اور کفر ہے۔

سوال: اسلام کی رو سے جمہوریت میں صرف عوام کی حاکمیت کا تصور ہی ایک خامی ہے یا اور بھی خامیاں ہیں؟

شجاع الدین شیخ: خامیاں تو اور بھی گنوائی جا سکتی ہیں۔ اس وقت جو جمہوریت کے چیمپیئن کہلانے والے ممالک ہیں ان کے حشر نشر کو آپ دیکھ لیں۔ کیا ڈونلڈ ٹرمپ کے آنے سے اس کے حمایتیوں کا نسلی تعصب کھل کر سامنے نہیں آ گیا؟ بھارت ایک سیکولر سٹیٹ ہے اور جمہوریت کا چیمپیئن بھی ہے کیا وہاں ہندو انتہا پسندی کا رویہ غالب نہیں آ گیا؟ تو یہ ساری خامیاں ہی ہیں۔

سوال: جمہوریت میں ایک پروفیسر کا بھی ایک ووٹ ہے اور ایک عام آدمی کا بھی ایک ووٹ ہے۔ کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟

شجاع الدین شیخ: ایک طرف ایک ان پڑھ اور جاہل شخص ہے اور دوسری طرف ایک پڑھا لکھا شخص ہے۔ ایک طرف ایک فاسق، فاجر، چور، شرابی، زانی اور ڈاکو ہے اور دوسری طرف ایک متقی، شیخ الحدیث، شیخ القرآن ہے۔ جمہوریت نے ان سب کو برابر کر دیا ہے۔ جبکہ اسلامی مزاج میں ہمیں یہ بات دکھائی نہیں دیتی کہ اجتماعی معاملات میں

> جمہوریت چاہے اچھی بھی ہو لیکن ہمارے آئین میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کے مطابق ہم پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان نہیں بناتے تو پھر ایسی جمہوریت کس کام کی۔

مشاورت کے لیے ان سب کو بالکل برابر قرار دیا جائے۔ اگر آپ مارکیٹنگ کے معاملے پر کوئی مشورہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ اس شعبہ سے تعلق رکھنے والوں سے ہی مشورہ کریں گے نہ کہ ہر ایک سے؟ کہاں یہ کہ ایک ملک کے حکمران کے انتخاب میں اتنا بڑا رسک لیا جائے کہ سب کی رائے کو برابر سمجھا جائے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: پارلیمنٹ، کانگرس یا شوریٰ کے انتخاب میں تو ون مین ون ووٹ کی بنیاد پر ہی ووٹنگ ہوتی ہے۔ لیکن ترقی یافتہ ممالک میں مروجہ جمہوری نظام میں قانون سازی اس طرح نہیں ہوتی کہ کوئی بل اسمبلی میں پیش ہوا اور ہاتھ اٹھا کر اس کی ووٹنگ ہو گئی۔ بلکہ ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو پراپر لوگوں کی ماہرانہ رائے لیتی ہے اور اس کے بعد قانون بنتا ہے۔

سوال: پاکستان میں جس طرح جاگیردار طبقہ اپنی جاگیر کے لوگوں کو اور کہیں کوئی اسلحے کے زور پر اور کہیں کوئی نسلی اور لسانی بنیادوں پر لوگوں کو بسوں میں بھر کر ووٹنگ کے لیے لاتا ہے، کیا یہ جمہوریت کی خامی نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ جمہوریت کی خامی نہیں بلکہ یہ ہم لوگوں کی خامی ہے۔ جمہوریت کی اور بہت سی خرابیاں ہیں لیکن بات وہی ہے کہ دودھ صحیح بھی مل سکتا ہے اور ایک زہر کی صورت میں بھی مل سکتا ہے۔ اس کا انحصار لوگوں پر ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ مروجہ مغربی جمہوریت میں بہت نقائص ہیں لیکن اس نقائص سے بھری ہوئی جمہوریت کا ہم نے مزید حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

شجاع الدین شیخ: اس کے کئی پہلو ہیں۔ خاص طور پر پاکستان کے تناظر میں دیکھیں تو یہاں تعلیمی نظام کا بگاڑ ہے، ووٹ ڈالنے والوں کی اکثریت کم پڑھے لکھے لوگوں کی ہے۔ عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ انہیں جمہوریت کا لفظ نہیں لکھنا آتا۔ دوسری طرف ہماری 70 فیصد سے زائد آبادی زراعت سے منسلک ہے اور وہ وڈیروں اور جاگیرداروں کے ماتحت ہے۔ چنانچہ اصولی طور پر سوچ سمجھ کر دی جانے والی رائے اور رائے دینے کے اہل لوگوں کا میسر ہونا ہمارے ہاں ممکن نہیں ہے۔ جبکہ اسلامی نظام میں باقاعدہ ایک اصطلاح ہے اصحاب الرائے۔ یعنی وہ لوگ جو رائے دینے کے اہل ہوں ان سے ہی رائے لی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی بہت ہی مختصر گروہ سے مشورہ لیا اور کہا کہ جس رائے پر ابوبکرؓ اور عمرؓ متفق ہو جائیں میں اس کے خلاف عمل نہیں کرتا اور کبھی آپ ﷺ نے مجمع عام سے بھی مشورہ لیا۔ لہٰذا اسلام میں مشاورت کا جو حکم ہے اس کے مطابق ہم مشاورت کے عمل کو محدود بھی کر سکتے ہیں اور اس کا دائرہ وسیع بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن عام اصول یہ ہے کہ اہل حل وعقد یعنی وہ لوگ جو سوچ سمجھ رکھتے ہوں، رائے دینے کے اہل بھی ہوں اور جس معاملے پر رائے لی جا رہی ہے اس کو سمجھتے بھی ہوں وہی رائے دے سکتے ہیں۔ جبکہ جمہوریت میں ووٹ دینے کے لیے صرف اٹھارہ سال کا ہونا شرط ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا کہ ایک نوے برس کا بوڑھا جس کی عقل بھی کمزور ہو چکی ہے کیا وہ بھی رائے دینے کے قابل ہے؟ اس کے مقابلے میں پندرہ سال کا ایک لڑکا جو بے حد ذہین ہے وہ جمہوریت میں نااہل ہے۔ اگر عمر کی حد مقرر ہے تو فہم وفراست، عقل، کردار اور معاملہ فہمی کا بھی کوئی معیار مقرر کیا جانا چاہیے۔ مگر جمہوریت میں ایسا نہیں ہوتا۔

ایوب بیگ مرزا: مسئلہ یہ بھی ہے کہ کون یہ فیصلہ کرے گا کہ پندرہ سال کا کوئی لڑکا ذہین ہے اور نوے سال کے کسی بوڑھے کا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔ یعنی یہ بات تو بالکل صحیح ہے کہ بندوں کو گنا نہیں جانا چاہیے بلکہ تولا جانا چاہیے لیکن تولنے کا معیار کیا ہوگا؟ جمہوریت میں اس کا جواب نہیں ہے۔ اگر آپ تقویٰ کو معیار بناتے ہیں تو تقویٰ کو آپ کس طرح ماپیں گے۔ جبکہ پیپلز پارٹی کے مطابق سب سے زیادہ متقی آدمی آصف زرداری ہے۔ لہٰذا جمہوریت میں یہ مسئلہ بھی حل طلب ہے۔

شجاع الدین شیخ: دین میں گواہی دینے کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ بندہ کبائر کا مرتکب نہ ہو یعنی کبیرہ گناہوں میں مبتلا نہ ہو۔ یہ ظاہر کے معاملات ہیں جن کا ہمیں پتا چل سکتا ہے۔ ایک آدمی اگر نماز نہیں پڑھتا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ تقویٰ تو دل کی کیفیت ہے، اس کا ہمیں پتا نہیں چل سکتا۔ وہ تو صرف اللہ جانتا ہے۔ لیکن ظاہر کے معاملات میں کم از کم کوئی کبیرہ گناہوں سے بچنے والا ہو اور اسی طرح کم از کم دینی تعلیم کا حامل ہو۔ اس بنیاد پر معیار قائم ہوسکتا ہے۔

سوال: محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہا کرتے تھے کہ اس ملک میں جمہوری عمل چلتے رہنا چاہیے۔ آپ یہاں کس طرح کا جمہوری عمل تجویز کرنا چاہتے ہیں؟

شجاع الدین شیخ: بنیادی بات یہ ہے کہ ہم کلمہ گو مسلمان ہیں لیکن ہمارا کردار اسلام کے مطابق نہیں۔ اسی طرح کا مسلمان ہم نے اپنے آئین کو بھی بنا رکھا ہے۔ پاکستان ایک کلمہ گو ملک ہے۔ مگر ہمارا طرزِ عمل انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی منافقانہ ہے۔ آئین کی رو سے ہم دعویدار ہیں کہ یہاں اللہ کی حاکمیت ہوگی، قرآن وسنت کی بالا دستی ہوگی لیکن اسی آئین کے اندر چور دروازے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ خلوص نیت کے ساتھ یہاں اللہ کی حاکمیت قائم ہو اور اس اصول پر عمل کیا جائے کہ یہاں قرآن وسنت کی بالا دستی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم 62، 63 کا حوالہ دیتے ہیں اور اس کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ جبکہ ہمیں ان پر خوش دلی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہیں ہو رہا تو پھر ایک انقلابی راستے کے ذریعے اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس انقلابی راستے کے ذریعے جب اللہ کی حاکمیت واقعتاً تسلیم کی جائے گی تب اس کے ذیل میں بقیہ معاملات مشاورت سے طے کیے جاسکتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: اصل میں ایک ایسے انقلاب کی ضرورت ہے جس کے ذریعے موجودہ نظام کو بلڈوز کر کے ایک نیا نظام قائم ہو اور اس نئے نظام میں اُمیدوار کے لیے اور ووٹر کے لیے شرائط رکھی جائیں۔ تب وہ شرائط قابل قبول ہوں گی۔ ورنہ اگر آپ موجودہ نظام میں کچھ پیوند لگادیں کہ یہ شرائط ہونی چاہییں تو یہ ناقابل عمل ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ نظام تبدیل کرنے کے لیے انقلاب کی ضرورت ہے۔ پھر اس نظام کو چلانے کے لیے جمہوری نظام کی اچھی چیزیں لی جاسکتی ہیں۔ لیکن جمہوریت کے جو بڑے چیمپئن ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل میں ہمارے ہاں آج تک صحیح الیکشن ہوئے ہی نہیں، ستر سال ہونے کو آگئے ہیں، زیادہ عرصہ تو مارشل لاء کے تحت گزر رہا ہے، جمہوریت کو چلنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا، یہاں پر بار بار الیکشن ہوں گے تو چیزیں صاف ہوتی چلی جائیں گی۔ جبکہ پچھلے تین الیکشن مسلسل ہوئے ہیں اور اب چوتھا الیکشن بھی سر پر کھڑا ہے لیکن بہتری کی کوئی اُمید نظر نہیں آرہی۔

سوال: جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہوتے ہوئے آپ سمجھتے ہیں کہ صاف وشفاف الیکشن ہوسکتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: سیاستدانوں کے بیانات ریکارڈ پر ہیں کہ ہماری سینٹ کو بھی خریدا جا سکتا ہے اور سینٹ کی قیمت اتنے ارب روپے ہے وغیرہ۔ چلیئے! پاکستان کو تو چھوڑیے، امریکہ میں جہاں صدیوں سے مسلسل الیکشن ہو رہے ہیں وہاں ایک بزنس ٹائیکون صدر بن گیا ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ وہاں تو جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مفادات کا تحفظ کرنے والا ہو اس کو حکومت میں لے آتے ہیں۔ اسی لیے وہاں حکومت ہی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ہے۔ دنیا میں کہیں نہ کہیں جنگ ہوتی ہے تو ان کی معیشت چلتی ہے۔ لہٰذا اصل جمہوریت تو کہیں نہیں ہے۔ ہر جگہ ملاوٹ ہے۔ اس لیے بار بار الیکشن کا مطالبہ بھی ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

سوال: یعنی ”ہم نے خود پہنایا ہے شاہی کو جمہوری لباس“ اقبال کی شاعری میں ابلیس کا یہ اعتراف صحیح ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہ حقیقت ہے۔ پہلے بادشاہی نظام ہوتا تھا جس میں سارے مفادات شاہی خاندان کے ہوتے تھے۔ پس پردہ نظام آج بھی وہی ہے۔ اپنے مفادات کی حد تک انصاف بھی ہے، حقوق بھی ہیں لیکن دوسروں کے لیے کچھ نہیں۔ آپ دیکھ لیں یورپ میں یا انڈیا میں مسلمانوں کو کتنا انصاف مل رہا ہے؟

آصف حمید: قارئین! جمہوریت کے حوالے سے یہ ایک تجزیہ تھا اور ہم نے کوشش کی ہے کہ جمہوریت کی تمام خوبیوں اور خامیوں سمیت اس کا اصل چہرہ آپ کے سامنے لایا جائے لیکن ایک بات جو ہم خاص طور پر باور کرانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جمہوریت چاہے اچھی بھی ہو لیکن ہمارے آئین میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کے مطابق ہم پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان نہیں بناتے یعنی وہ چیزیں نافذ العمل نہیں ہیں جو آئین میں موجود بھی ہیں تو پھر ایسی جمہوریت کس کام کی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حاکمیت کا جو ذکر ہمارے آئین میں موجود ہے اگر یہ جمہوریت اس کے تحت ہے تو پھر جمہوریت ہے اگر نہیں ہے تو پھر ہمیں چاہیے کہ ہم اس نظام کو تبدیل کریں اور نظام کو تبدیل کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو طریقہ بتایا ہے، جس کو ہم انقلاب نبویؐ کہتے ہیں اس پر عمل پیرا ہو کر ایک نیا نظام بنائیں اور ایک ایسا طرز حکومت قائم کریں جو سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہؓ کے راہنما اصولوں کے مطابق ہو۔ اس بنیاد پر جب ہم کوئی نظام قائم کریں گے تو ان شاءاللہ وہ پاکستان کے لیے بہت مبارک ثابت ہوگا اور پاکستان دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے گا ان شاءاللہ۔

☆☆☆

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹیوں، عمر 25 سال، تعلیم بی ایس سی، قد 5.2 فٹ و عمر 21 سال تعلیم انٹرمیڈیٹ، قد 5.6 فٹ کے لیے برسر روزگار ترجیحاً اُردو سپیکنگ فیملی کے لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-4110826

☆ بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم کام (ایچ آر ایم)، قد 5.2 فٹ، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-6112248

☆ شیخوپورہ شہر کی رہائشی فیملی کی دو بچیوں کے لیے رشتے درکار ہیں۔ ایک بیٹی کی عمر 24 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، قد موزوں ہے۔ دوسری بیٹی کی عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، بی ایڈ، قد موزوں۔

برائے رابطہ: 0300-4614915

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق اور مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور کے کارکن، عمر 75 سال، صحت مند اور تندرست، پہلی بیوی فوت، لاہور میں ذاتی رہائش اور ملازمت، کے لیے پچاس سے ساٹھ سال عمر تک کی خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0336-4441134
0300-4374537

☆ پٹھان فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے انگلش، B.Ed، قد 5 فٹ، قبول صورت کے لئے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ ترجیحاً KPK سے درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-9643013

زورآور کے ظلم کا سایہ......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اکیسویں صدی کی مہذب ہونے کی دعوے دار دنیا! اقوام متحدہ کے امن عالم کے ٹھیکے داروں کی بھرمار بچوں کے عالمی دن، حقوق نسواں کی چیخ وپکار، بوڑھوں (سینئر سیٹیزنز) کے حقوق، اس سب کے بیچوں بیچ 2011ء سے شامی قصاب مسلمانوں کے چیتھڑے اُڑا رہا ہے۔ کونسا ظلم ہے جو شہروں، ہسپتالوں، سکولوں، بازاروں، عقوبت خانوں میں روا نہیں رکھا گیا۔ دنیا کو سیاسی بیانوں کی گھمن گھیریوں میں الجھا کر امریکہ، نیٹو، بشار الاسد، ایران، روس کے فضائی زمینی حملوں نے اینٹ سے اینٹ بجادی۔ تازہ ترین قیامت کیمیائی حملے سے ادلب پر توڑی گئی۔ جنگی جہازوں سے گرائے گئے کیمیائی ہتھیاروں سے 70 شہید اور 200 سے زائد زخمی ہو گئے۔ سارین گیس کے ممنوعہ کیمیائی ہتھیاروں سے انسانیت سوز حملہ پہلا واقعہ نہیں۔ الغوطہ میں 2013ء میں بھی یہ ہو چکا۔ ان ہتھیاروں کو غریب کا ایٹم بم کہا جاتا ہے۔ الغوطہ میں 1300 افراد مارے گئے تھے۔

اس دوران چھوٹے پیمانے پر یہاں وہاں کلورین گیس کا استعمال ہوتا رہا۔ پچھلے دسمبر میں حماہ میں 93 لوگ اعصابی کیمیائی مواد سے اسی طرح مارے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ مواد ممنوعہ ہونے کی وجہ، حد درجے اذیت ناک موت سے دوچار کرنا ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سی این این کی (مسلمانوں کے حق میں کٹھور دل) معروف نیوز اینکر کرسٹینا امان پور کا کہنا تھا کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا دل ہلا دینے والا منظر نہیں دیکھا۔ خون کے آنسو رلا دینے والا! مرنے والوں میں کوئی بھی جنگجو نہ تھا۔ ادلب کے قصبے خان شیخون میں پورے پورے خاندان مرے پڑے تھے۔ وہ جو فوراً ہی موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اگرچہ اس سے تڑپ تڑپ کر، سسک سسک کر موت واقع ہوتی ہے۔ دم گھٹتا، سانس کھنچتا ہے۔ جھٹکے پڑتے ہیں۔ جسم مفلوج ہو جاتا ہے۔ منہ سے جھاگ بہنے لگتی ہے۔ 2013ء میں پہلی مرتبہ اس حملے کی وڈیوز کی تکلیف اور اذیت کا غمناک درد آج تک حافظے میں محفوظ ہے۔ یہ حملہ اس سے مختلف نہ تھا۔ پھول سے معصوم ننھے منے گلاب بچے۔ ننھی سی گڑیا۔ سوالیہ معصوم آنکھیں! اولاد سے محروم، کتے کھلانے والے گورے یہ غم کیا جانیں!

شام اور غزہ میں مسلمان بچوں کے قاتل یہ تمام ممالک جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ گو اس وقت ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنے کو مگرمچھ کے آنسو بہائے جا رہے ہیں (یہ عجب راز ہے کہ دنیا بھر میں ہمارے خون کے درپے، ہمارے بچوں کے حق میں بے رحم، سفاک موت برسانے والے۔ لیکن پولیو کے قطرے صحت کے نام پر بندوقوں کے سائے تلے، تھانوں کی دھمکیوں پر پلائے جا رہے ہیں! عجب تضاد ہے!) اس حملے پر بس نہیں۔ اس کے چند گھنٹے بعد جس ہسپتال میں زخمیوں کا علاج ہو رہا تھا اس پر بمباری کی گئی۔ جہاں قطار اندر قطار چھوٹے بے جان معصوم بچے پڑے تھے جن کے منہ سے جھاگ بہہ رہی تھی۔ یہ ہے مسلمانوں سے رواداری، ڈائیلاگ/ باہم مکالمہ، بین المذاہب ہم آہنگی، برداشت کے عملی مظاہر۔ کیا اسلام کا نیا بیانیہ ہمیں درکار ہے؟

خلاف معمول، خلاف توقع نکی ہیلی، امریکی سفیر برائے اقوام متحدہ نے سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شامی بچوں کی تصاویر دکھاتے ہوئے جذباتی جملے بولے۔ یاد رہے کہ سکھ والدین کی سب سے چھوٹی بیٹی نکی، امریکی سفارت پر مامور ہیں۔ جو مشرقی جذباتیت سے مس رکھتی ہیں شاید! روس کو انتباہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس حملے کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا۔ اور یہ بھی کہ ”یہ واضح ہے کہ اسد، روس اور ایران امن میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔“ اگرچہ حال ہی میں ٹرمپ انتظامیہ کے لیے بشار الاسد کو نکالنا ترجیح نہیں ہے۔ کا بیان بھی نکی ہی نے دیا تھا۔ تاہم کیمیائی حملے پر ٹرمپ کا ردعمل شدید تھا۔ معصوم بچوں کی تکلیف دہ اموات پر غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ بشار ایک نہیں، بہت سی حدیں پار کر گیا ہے۔ اس دوران برطانیہ اور فرانس کی طرف سے پیش کردہ مذمتی قرارداد پر روس نے تحفظات کا اظہار کر کے اسے پیش نہ ہونے دیا۔ (روس قبل ازیں شام کے خلاف قرار دادیں/ اقدامات کی کوششیں 7 مرتبہ ویٹو کر چکا ہے) قرار داد کے الفاظ پر جھگڑا رہا! اگرچہ چند لفظوں سے نہ مردے زندہ ہونے کو تھے، نہ بچوں کی اکھڑتی سانسیں بحال ہونے کو تھیں، نہ زخم بھر جانے تھے۔ مگر نیا، سفاک روسی صلیبی پوٹن ڈٹ گیا۔ ایسے میں ٹرمپ نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ امریکی مفادات کے تحفظ میں ہے کہ کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال اور پھیلاؤ روکا جائے۔ فوجی کارروائی کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ (اکنامسٹ 7 اپریل) شامی اڈے پر 59 میزائیل امریکہ نے داغ دیئے۔ (روس کو پیشگی اطلاع دے دی گئی تھی) اگرچہ صدارتی دوڑ کی تقاریر میں ٹرمپ نے بشار کو تحفظ دینے کے لیے اوباما کو کہا تھا کہ جہادیوں سے نمٹنا اہم تر ہے۔ تاہم اس اقدام سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ٹرمپ خارجہ پالیسی میں اچانک تبدیلی لا سکتے ہیں۔ اچانک بم گرا کر ٹرمپ نے اپنے دائیں بازو کے کٹر حمایتیوں کو بھی حیران کر دیا۔ یاد رہے کہ مشرقی شام میں سینکڑوں امریکی فوجی تعینات ہیں۔ تاہم یہ حملہ روس کو لگام دینے، ٹرمپ کی صدارت کو ثبات دینے کے حوالے سے غیر معمولی اثرات کا حامل ہے۔

حال ہی میں روسی وزیر دفاع نے اپنی پارلیمنٹ میں شام میں جنگ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے قوم کو بتایا کہ ایک اہم مقصد نئے ہتھیاروں کی آزمائش ہے جو کامیابی سے جاری ہے یہ اسی کا حصہ ہے۔ آخر کیمیائی ہتھیار بھی تو آزمائے جانے لازم تھے۔ امریکہ، یورپ، روس و دیگر شامی جنگ کے ان کے اتحادی، سبھی سفاک قاتلوں کے جتھے ہیں۔ امریکہ برطانیہ اس وقت مسمی صورتیں بنائے بیان داغ رہے ہیں۔ عراق جنگ میں فرمایا تھا امریکہ بہادر نے: ’ہم نے ہر قسم کے ہتھیار بنا رکھے ہیں۔ ہم انہیں استعمال کریں گے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائیں اور کسی کو ان کے بارے پتہ نہ چلے تو خاموشی بہتر ہے‘۔ جنگ خلیج میں 40 ٹن ڈی پلیٹڈ یورینیم عراق پر برسایا جس سے کینسر میں 700 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ عراق پر 2003ء

کے حملے کے 20 دنوں میں 200 ملین پاؤنڈ کا دھماکہ خیز مواد استعمال کیا تھا۔ اسی امریکہ نے خود ویت نام جنگ میں کیمیائی ہتھیار ڈٹ کر استعمال کیے تھے۔ ہیروشیما' ناگاساکی پر بھی تو ایٹمی پھول برسائے تھے! سیکولر لبرل محبانِ مغرب ثناخوانِ مغرب منقار زیر پر ہیں۔ موم بتیاں بجھائے بیٹھے ہیں۔ ان کے محبوب مہذب عالمی چودھریوں کے ہاں۔ جاپان' برطانیہ' امریکہ' کینیڈا' چین میں عالمی تکیہ جنگ اپریل میں ہوتی ہے۔ جس میں نرم روئی بھرے تکیوں سے بڑے بڑے مجمعوں میں ایک دوسرے پر تکیے برسائے جاتے ہیں۔ نرم روئی کے گالے گولے ایک دوسرے پر نچھاور کیے جاتے ہیں۔ ہم پر میزائل اور کیمیائی گیس برسانے والے اسی پر بس نہیں۔ مسلمان ہجرتوں کے مارے سمندر کے بے رحم تھپیڑوں میں گھرے ڈوبتے ابھرتے۔ 30 مارچ کو بحیرہ روم میں مالی (فرانس کی لادی جنگ سے ادھڑا ملک) نائیجیریا' گیمبیا کے مہاجرین کی کشتی عورتوں بچوں سمیت ڈوب گئی۔ یہ عالمی مناظر پوری دنیا کی ملی بھگت سے تخلیق پا رہے ہیں۔ شام میں روس کا کردار بلاسبب نہیں۔ پیوٹن کٹر آرتھوڈوکس عیسائی (قدامت پسند) ہے۔ کیتھولک ہیرالڈ۔ 10 دسمبر 2015ء کی رپورٹ اس کے مذہبی رجحانات کا پتا دیتی ہے۔ جس کے مطابق روسی آرتھوڈوکس چرچ بعض اوقات روسی صدر کو ایک سینٹ (Saint) کا درجہ دیتا دکھائی دیتا ہے۔ روسی روحانیت کو ایک نئی زندگی دینے والا۔ ماسکو میں اس چرچ کا سربراہ پیوٹن کی قیادت کو خدا کا معجزہ قرار دیتا ہے۔ پیوٹن خود کو مغرب کی طرف سے بھلادی گئی عیسائی اقدار کا محافظ کہتا ہے۔ حال ہی میں اس نے یہ نیا کردار اپنایا ہے جس میں وہ خود کو مشرق وسطیٰ کے عیسائیوں کا نجات دہندہ قرار دیتا ہے۔ وہ ایک مقدس جنگ لڑ رہا ہے۔ (سارین گیس اسی مقدس جنگ کا حصہ ہے!) تاہم پیوٹن یہ احتیاط ملحوظ رکھ رہا ہے کہ وہ بہت اسلام مخالف ظاہر نہ ہو کیونکہ اسے روس میں نہایت مشکل مسلم اقلیت کا سامنا ہے۔ شامی جنگ کے حوالے سے اس رپورٹ کے مطابق اس نے ISIS کی بجائے 90 فیصد فضائی حملے دوسرے بشار مخالف گروپس پر کیے۔ پیوٹن اس رپورٹ کے مطابق روسی قوم پرستی اور مشرقی عیسائیت کی یکجائی کا مظہر ہے۔ سو ہمیں شامی جنگ میں روس کے کردار پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ بش کی شروع کردہ صلیبی جنگ جو اس وقت شام پر مرتکز ہے۔ نبی کریم ﷺ کی باب الفتن کی پیشین گوئیوں' انجیل اور تورات میں مذکور ہرمجدون کی تیاری ہی کے تناظر میں چل رہی ہے۔ پاکستان کے لیے ایسے میں ایک جز۔ اگر وہ بچی ہے تو خیر کی ہے! فوج کے ترجمان نے کہا: ''امریکہ نے ہمیشہ کی طرح اکیلا چھوڑ دیا' کیا واقعی؟۔ کمبل نے ہمیں چھوڑ دیا؟ (ہم چھوڑنے پر رضامند نہیں!) ٹرمپ نے آتے ہی امریکی فارمولا تو برتنا شروع کر دیا تھا بسلسلہ پاکستان۔ ہمارے حصے یہ آ رہا تھا۔ کھایا پیا کچھ نہیں' گلاس توڑا بارہ آنے' سو امریکہ کو 12 آنے دے کر بھی جان چھوٹ جائے تو لاکھوں پائے والا معاملہ ہے۔ کیونکہ سچ تو یہ ہے کہ: اور یہ دنیا' عالمگیر اخوت کی تقدیس کی پہرے دار یہ دنیا' ہم کو جلتے کٹتے' مرتے' دیکھتی ہے اور چپ رہتی ہے' زور آور کے ظلم کا سایہ پل پل لمبا ہوتا ہے! سو ظالموں' سفاکوں کے جتھوں سے علیحدگی ہی بہتر ہے!

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نزد نیلور اسلام آباد' میں

30 / اپریل تا 06 مئی 2017ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

5 تا 7 / مئی 2017ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0301-5322893, 051-2340147

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

جھوٹ کی تین قسمیں

مولانا محمد اسلم ؒ

عربی زبان میں دو لفظ استعمال ہوتے ہیں: ایک کذب، دوسرا تکذیب۔ کذب کا معنی جھوٹ بولنا اور تکذیب کا معنی ہے جھٹلانا یا دوسرے کو جھوٹا بتانا۔ قرآن کریم میں کذب کے مقابلے میں تکذیب کا ذکر زیادہ ہے، کفار اور مشرکین میں تکذیب کی بیماری پائی جاتی تھی۔ وہ جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ کے کلام کو، اللہ کے نبیوں کو، قیامت کے دن کو، حقیقت اور سچائی کو۔ اس امر میں کسی مومن کو شک ہی کیسے ہو سکتا ہے کہ تکذیب اور کذب دونوں بد ترین جرم ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب تو بلا تاخیر کفر ہے البتہ کذب کی ہر صورت کو کفر نہیں کہا جاسکتا۔ اہل علم نے کذب کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

(1) پہلی قسم ہے: کذب علی اللہ یعنی اللہ پر جھوٹ بولنا، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے متعدد ایسے نظریات اور اقوال پیش کیے جاسکتے ہیں جن کی بنیاد ''کذب علی اللہ'' پر تھی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کر دیتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد نہیں فرمائی تھی۔ مثال کے طور پر یہود کو جب ایمان قبول کرنے کی دعوت دی جاتی تو وہ یہ کہتے کہ ''ہم سے اللہ نے یہ عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ایسی نذر ہمارے سامنے پیش نہ کر دے جسے آسمانی آگ کھا جائے۔'' (سورۃ آل عمران: 182)

ظاہر ہے یہ محض کٹ حجتی اور اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشی تھی۔ ان میں اس قسم کا کوئی عہد نہیں لیا گیا تھا چنانچہ ان سے الزامی طور پر سوال کیا گیا کہ مجھ سے پہلے کئی رسول واضح دلائل کے ساتھ اور تمہارے مطلوبہ معجزہ کے ساتھ آ چکے ہیں۔ آخر تم ان پر ایمان کیوں نہیں لائے، اگر تمہارے ایمان لانے میں بڑی رکاوٹ ایسی نذر اور قربانی کا پیش نہ کرنا ہے جسے خلاف عادت آسمان سے اترنے والی آگ کھا جائے تو پھر ان انبیاء پر تمہیں ضرور ایمان لانا چاہیے تھا جنہوں نے یہ معجزہ تمہیں دکھایا تھا۔ اسی طرح سورہ آل عمران کی آیت 75 کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض اہل کتاب، عربوں کا پیسہ ناجائز طریقے سے ہڑپ کر جاتے تھے، جب ان سے کہا جاتا کہ اس طرح کیوں کرتے ہو تو وہ جواب میں کہتے کہ ان پڑھ لوگوں کا مال دبا لینے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''وہ جانتے بوجھتے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔'' (آل عمران: 75)

(2) جھوٹ کی دوسری قسم ہے: ''کذب علی الرسول'' یعنی اللہ کے رسول پر جھوٹ بولنا، کل بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی اور آج بھی اس قسم کے لوگ بے شمار ہیں جو اپنے ذاتی خیالات و نظریات یا ادھر اُدھر سے سنی ہوئی باتوں کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف بلا جھجک کر دیتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ بعض واعظ اور خطیب حضرات بر سر منبر اس قسم کی غلط بیانی کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ بزرگوں کے اقوال اور افواہوں کو احادیث کے طور پر پیش کر دیتے ہیں۔ بلاشبہ ان میں سے بعض اقوال بڑے عبرت افروز اور نصیحت آموز ہوتے ہیں، لیکن کسی بھی قول یا عمل کو خواہ وہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، نبی کریم ﷺ کی حدیث یا سنت قرار دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والے کو دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے۔ ترمذی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔'' (بخاری: 1291)

(3) جھوٹ کی تیسری قسم: انسانوں کا آپس میں جھوٹ بولنا، اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ عمل میں جھوٹ، یعنی انسان کا عمل اس کے قول کی تصدیق نہ کرے۔ وہ زبان سے کچھ کہے جب کہ اس کا عمل کسی اور بات کی چغلی کھاتا ہو۔ اسی طرح اس کا باطن بھی ظاہر کے مطابق نہ ہو۔ منافقت اسی کو کہتے ہیں، سورۃ المنافقون میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''منافق جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

ظاہر ہے منافقوں کا یہ کہنا حقیقت اور واقعے کے مطابق تھا، لیکن چونکہ ان کا یہ اقرار نہ تو قلبی نظریات کے مطابق تھا اور نہ ہی ان کا عمل ان کی اقرار کی گواہی دیتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، لیکن ساتھ ہی اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔'' (آیت: 1)

آپس میں جھوٹ بولنے کی دوسری قسم قول میں جھوٹ بولنا جو کہ مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے۔ ہمارے آقا ﷺ نے جھوٹ بولنے کو منافق کی نشانی بتایا ہے۔ جھوٹ اور جھوٹے کی مذمت کے بارے میں آپ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس میں سے چند ارشادات درج ذیل ہیں:

☆ ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں اس شخص کو جنت کے وسط میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں جو کسی صورت بھی جھوٹ نہیں بولتا، خواہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔'' (ابوداؤد: 4800)

☆ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم پر لازم ہے کہ سچ بولو کیونکہ سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ انسان سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں ''صدیق'' لکھ دیا جاتا ہے اور تم پر لازم ہے کہ جھوٹ سے بچ کر رہو کیونکہ جھوٹ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور فجور تک لے جاتا ہے۔ اور فجور دوزخ میں پہنچا دیتا ہے، انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے ''کذاب'' لکھ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم: 2607)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے (رحمت کا) فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔'' (ترمذی)

☆ بعض لوگ ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے ابوداؤد کی حدیث میں تین بار فرمایا گیا ہے: ''ویل له ویل له ویل له'' (ان کے لیے خرابی ہے، خرابی ہے، خرابی ہے)

نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات اور وعیدوں کے باوجود مسلمانوں کی زندگی میں جھوٹ عام ہو چکا ہے۔ تجارت ہو کہ سیاست، صحافت ہو کہ عدالت ہر جگہ جھوٹ کا چلن ہے۔ بعض لوگوں کا طرز زندگی دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر زندگی گزارنا محال ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی برکت اور راحت سچائی میں رکھی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ سے بچنے اور سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ☆☆☆

حقیقی گیم چینجر: اسلام کا نظام عدل اجتماعی

محمد سمیع

قرآن کریم میں جگہ جگہ انسان کو ترغیب دلائی گئی ہے کہ وہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دے۔ دنیا فانی ہے اور ایک دن اسے ختم ہوجانا ہے جبکہ آخرت ابدالآباد کے لئے ہے۔ دنیا کی ہر شے عارضی ہے اور آخرت کی ہر شے باقی رہنے والی ہے۔ یہاں تک فرمایا گیا کہ جو دنیا کو ترجیح دیتا ہے تو اسے اتنا ہی عطا کیا جاتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے طے کر رکھا ہے۔ لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ آخرت کے لئے سعی کرنے والوں کے لئے شرط یہ لگادی گئی ہے کہ وہ مومن ہو۔ غیر مومن کو، اگر وہ دنیا میں کچھ عمل صالح کرتا بھی ہے تو اسے وہاں اس کا کوئی اجر نہیں ملتا البتہ چونکہ اللہ تعالیٰ عادل بھی ہے، لہٰذا اس کو دنیا ہی میں اجر عطا کر دیا جاتا ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی زبانیں ترقی کی باتیں کرتے نہیں تھکتیں۔ ٹرانسپورٹ سسٹم کی ترقی کے لئے موٹرویز، گرین بسوں اور اورنج ٹرینوں کی باتیں ہورہی ہیں۔ بجلی کی کمی کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں اور انہیں لوڈشیڈنگ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو انہیں اس مسئلے کو 2018ء سے قبل حل کرنے کے خواب دکھائے جارہے ہیں۔ آج کل سی پیک کا بڑا شہرہ ہے اور اسے گیم چینجر قرار دیا جارہا ہے۔ گویا کہ ہماری ڈوبتی معیشت کو سی پیک کا تنکا میسر آرہا ہے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ درست لیکن سوچنا یہ چاہئے کہ حکمرانوں کی ترقی کی یہ ساری کوششیں دنیا ہی کے لئے ہیں اور یہ سب کچھ کس قیمت پر کیا جارہا ہے۔ عالمی مالیاتی اداروں سے سودی قرضے حاصل کئے جارہے ہیں۔ قرضوں کے جال میں ملک کو اس قدر جکڑ دیا گیا ہے کہ ہر شہری جو اپنی ذاتی زندگی میں جہاں تک ممکن ہو، قرض سے بچنا چاہتا ہے اجتماعی قرضوں کے نتیجے میں وہ لاکھوں روپے کا مقروض ہو چکا ہے۔ مہاجن تو صرف سودی قرضے ہی دیتا ہے لیکن یہ مالیاتی ادارے ان قرضوں سے نہ صرف سود وصول کر رہے ہیں بلکہ وہ ہمارے ملک کے لئے معاشی ڈکٹیٹر کا کردار بھی ادا کر رہے ہیں۔ ہمارا ملکی بجٹ ان کی ہدایات کے مطابق بنایا جاتا ہے۔ زندگی کی ضروریات کی اشیاء کے نرخ وہ طے کرتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہورہا ہے کہ ہم نے چادر سے زیادہ اپنے پاؤں کو پھیلا رکھا ہے۔ ہم قرض کی قسطیں ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہتے لہٰذا ان قسطوں کی ادائیگی کے لئے مزید قرض پر قرض لئے چلے جارہے ہیں۔ نتیجہ پورا معاشرہ بھگت رہا ہے۔ غالب نے تو اپنے بارے میں کہا تھا کہ ۔

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

قرضوں کی بھرمار کے نتیجے میں لوگوں کو ان کی انتہائی تگ و دو کے باوجود دووقت کی روٹی میسر نہیں۔ انہیں اعضائے جسمانی سے آگے بڑھ کر اپنی اولادوں کو بیچنا پڑ رہا ہے۔ جو کچھ نہیں کرسکتے وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن ہمارے حکمرانوں کو لوگوں کے ان مصائب کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ قرضوں کا بوجھ ان پر نہیں پڑ رہا ہے بلکہ وہ تو ان قرضوں کے طفیل دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔ ان کے بیرون ممالک بینک اکاؤنٹس میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ آف شور کمپنیوں کی باتیں بھی سامنے آرہی ہیں۔

ایسے میں لوگوں کا فرض یہ ہے کہ وہ اسلامی نظام عدل اجتماعی کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالیں کیونکہ اصل گیم چینجر تو یہ ہے۔ یہ وہ گیم چینجر ہے جس نے 22 لاکھ مربع میل پر محیط ایک ایسی اسلامی ریاست قائم کردی تھی جس کے حکمران کو ہر دم اپنے عوام کی فکر ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ کے اس فرمان سے اچھی طرح واقف تھے کہ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور تم سے تمہاری رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس پر اللہ کی جانب سے جواب طلبی کا خوف تھا کہ انہوں نے اپنے اس احساس کو اپنے اوپر اس درجہ مستولی رکھا ہوا تھا کہ آج بھی ان کے کہے ہوئے الفاظ ہم نہیں بھولے کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مرگیا تو عمر کو اللہ کے حضور جواب دہی کرنی پڑے گی۔ یہ وہ شخصیت تھی کہ جسے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے طرز حکمرانی جس کو آج کی اصطلاح میں good governance کہا جائے، کو دنیا نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ انہی بنیادوں پر اپنے ہاں حکمرانی قائم کرکے دنیا میں good governance کی مثال قائم کی ہوئی ہے۔ ہم میں سے ہر فرد کو اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کو اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنا تن من اور دھن سب کچھ اس جدوجہد میں لگانا پڑے گا اور جو لوگ اس جدوجہد میں پہلے سے شامل ہیں انہیں تو شریعت پر عمل کرکے لوگوں کے لئے رول ماڈل بننا ہوگا۔ اسلام کا نظام عدل اجتماعی وہ گیم چینجر ہے جس کے سامنے سی پیک جیسے منصوبے ہیچ ہیں۔ سی پیک کے ذریعے تو صرف معاشی ترقی کے امکانات ہیں۔ اسلام کا نظام عدل اجتماعی کا قیام عمل میں آجائے تو نہ صرف معاشی بلکہ سیاسی اور معاشرتی سطح پر ترقی یقینی ہے جس کے نتیجے میں اخروی زندگی میں ابدالآباد کے لئے ترقی ہی ترقی ہے۔ آخرت کی کامیابی کے بغیر دنیوی ترقی تو صحیح معنوں میں ترقی معکوس ہی کہلائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حقیقت کا ادراک عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ فیصل آباد غربی کے ناظم بیت المال سید علی عدنان بخاری کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں

☆ مقامی تنظیم فیصل آباد غربی کے مبتدی رفیق ملک عمران رفیق کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں

☆ گل گشت کالونی، ملتان کے مبتدی رفیق جناب مسعود عزیز کی ہمشیرہ وفات پاگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُنَّ وَارْحَمْھُنَّ وَاَدْخِلْھُنَّ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُنَّ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ایاز قدرِ خود بشناس

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

اس وقت ہمارے سامنے طائفہ ٔ لبرل ازم کے ایک علم بردار جناب ایاز امیر صاحب کا ایک کالم ہے جو ایک روزنامہ میں ’’پاکستان کی خودساختہ مسائل پیدا کرنے کی صلاحیت‘‘ کے عنوان سے 8اپریل 2017ء کو شائع ہوا ہے۔ ہم موصوف کے مضمون کے عنوان سے اتفاق کرتے ہیں کہ پاکستان کے برسر اقتدار طبقے نے واقعی بہت سے خودساختہ مسائل پیدا کیے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ تو قیام پاکستان کے سب سے بڑے مقصد ’’پاکستان کا مقصد کیا؟ لا الٰہ الا اللہ‘‘ کو پس پشت ڈالنا ہے۔ اگر اول دن سے ہمارے حکمرانوں کی ترجیح اپنے اس اعلیٰ ترین مقصد کی طرف پیش قدمی ہوتی تو ہمارے سارے مسائل اللہ کے فضل وکرم سے نہ صرف یہ کہ حل ہوتے بلکہ ساری دنیا کے سامنے اسلام کے عادلانہ نظام کی ایک مثال قائم ہو جاتی اور دنیا اس ابدی رحمت سے بھر پور فائدہ اٹھاتی۔ یہ صرف ہماری سوچ ہی نہیں ہے بلکہ خود قائداعظم بھی اسی فکر وعقیدے کے علم بردار تھے۔ اس ضمن میں ان کے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ (پروفیسر آف امراض ٹی بی، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور) کے روبرو آخری کلمات اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ’’خلافت راشدہ‘‘ کا ایک نمونہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: ’’جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے‘‘۔

ایاز صاحب جیسے لبرل طبقے کے حضرات وخواتین اپنے تصورات کے مطابق پاکستان کو مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنی دانست میں اس کے استحکام کے لیے فکری محاذ پر کوشاں بھی ہیں۔ لیکن یہ حضرات وخواتین اپنی آزاد فکری کی وجہ سے خود بھی الجھن کا شکار ہیں اور عوام الناس کو بھی الجھانے میں لگے رہتے ہیں۔ یہ اپنے Secular نظریات کا اظہار بھی بے باکی سے کرتے ہیں۔ ایاز صاحب فرماتے ہیں کہ ’’تمام پاکستانی سکولوں میں ہفتے میں ایک دن صبح کا آغاز شعلہ بیان بنگالی شاعر قاضی نذر الاسلام کی کسی نظم سے ہو۔ ایسے ہی جیسے کسی ایک دن سکول کا آغاز اقبال کی لافانی نظم ’لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری‘ سے ہو۔ ایک دن بلھے شاہ، شاہ حسین کی شاعری سے اور پھر شاہ لطیف، رحمان بابا کے کلام اور کسی کشمیری شاعر سے۔ اگر ایسا ہو تو یہ مشق ہمیں اس سے کہیں بہتر نظریہ ٔ پاکستان سکھائے گی جو اب تک ہمیں بتایا جاتا ہے‘‘۔ گویا نظریہ ٔ اسلام کی بجائے پاکستان میں استحکام کا ذریعہ زبان کو بنایا جائے۔ ایاز صاحب تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں ورنہ انہیں معلوم ہو گا کہ بنگلہ دیش بنا ہی بنگالی زبان کی برتری کے احساس کے تحت تھا۔ موجودہ پاکستان میں قومیتوں کے نعرے جدا جدا زبانوں کی بنیاد پر ہی لگتے ہیں۔ خیبر کے ساتھ ’’پختون خوا‘‘ کے کیا معنی ہیں، جاگ پنجابی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ کس چیز کی نشاندہی ہے، سندھو دیش کس چیز کی علامت ہے اور جناح پور کے پس پردہ کیا محرکات ہیں؟

ایاز صاحب! آئیے ہم آپ کے سامنے کچھ حقائق رکھتے ہیں جن کی روشنی میں آپ غور فرمائیے گا کہ پاکستان کی اصل اساس اور استحکام پاکستان کی واحد بنیاد کیا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بالعموم ملکوں کے استحکام اور تقویت کے لیے جن عوامل کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی پاکستان کے استحکام ہی نہیں بلکہ بقا کی ضمانت بھی نہیں دے سکتا۔ ملکوں کے استحکام کا ایک ذریعہ تاریخی عامل ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی ملک عرصہ ٔ دراز سے ایک ہی نام اور ایک ہی حدود اربعہ کے ساتھ قائم ہو تو اس نام اور ان حدود کو ایک گونہ ’تاریخی تقدس‘ (Historical Sanctity) حاصل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تاریخی عامل پاکستان کو حاصل نہیں ہے بلکہ پاکستان کا تو لفظ آج سے اسی سال قبل تک دنیا کی کسی لغت میں موجود ہی نہیں تھا۔ اسی طرح جغرافیائی عامل بھی ہمارے لیے معاون نہیں ہے۔ ہماری طویل ترین مشرقی سرحد جدھر سے ہمیں سب سے زیادہ تحفظ کی ضرورت ہے ادھر کسی فطری وطبعی سرحد کا نشان تک موجود نہیں ہے۔ پنجاب کا میدان اس طرح کاٹا گیا ہے جیسے کیک کاٹا جاتا ہے اور اگر خاردار تاروں کی کوئی باڑ موجود نہ ہو تو معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ کہاں ایک ملک ختم ہو گیا اور دوسرا شروع ہو گیا۔ یوں جغرافیہ بھی ہمارا پشت پناہ نہیں بلکہ ہمارے خلاف ہے۔ ایک اور عامل جو ملکوں کے استحکام میں فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے وہ ’’انسانی جذبہ‘‘ ہے۔ اس انسانی جذبے کو مہمیز یا تو قوم پرستی کے جذبے سے ملتی ہے یا پھر مذہبی جذبے سے۔ اب غور فرمائیے تو پاکستان قوم پرستی کے جذبے کی نفی کر کے دوقومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ اس لیے کہ قوم پرستی کے جو معروف Shades ہیں یعنی نسلی قوم پرستی، لسانی قوم پرستی یا وطنی قوم پرستی، ان میں سے کسی کو اختیار کرنا اسلام کے نقطہ ٔ نظر سے قابل قبول نہیں۔ اسلام کے نزدیک انسانوں کے مابین اگر کوئی تفریق ہے تو وہ صرف ایمان وعقیدے کی بنیاد پر ہے۔ ان حقائق کی رو سے کیا پاکستان کے استحکام کی بنیاد سوائے نظریہ ٔ اسلام کے کوئی اور چیز ہو سکتی ہے؟؟؟

ہمارے لبرل دانشوروں کا مشترک مسئلہ یہ ہے کہ وہ مذہب سے Allergic ہیں۔ ان کے سامنے جب نظریہ ٔ پاکستان کی بات کی جائے تو یہ پوری ڈھٹائی سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے ترکش میں ایک ہی تیر ہے جو وہ نظریہ ٔ پاکستان پر وار کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ ’’تیر نیم کش‘‘ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کے بعض جملوں سے اخذ کیا گیا ہے، جس کو خودساختہ معنی پہنا کر یہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کو ایک خالص لادینی قومی ریاست (Secular Nation State) بنانا

Why Trump is bombing Syria (explained in 2 sentences)

Late on Thursday (April 6, 2017), the United States launched a cruise missile strike against a Syrian regime airbase — the first intentional US strike on Bashar al-Assad's forces since the Syrian war began in 2011. The strike was in direct response to an alleged chemical weapon attack on the American-backed rebel-held town of Khan Sheikhoun on Tuesday, which killed at least 85 civilians, including children.

After the strike, President Trump spoke to reporters to explain the administration's reasoning for escalating America's role in Syria's war. There were two sentences in the statement that were absolutely critical for understanding why the administration did this, and why they hope it won't get out of hand:

> **"Tonight, I ordered a targeted military strike on the airfield in Syria from where the chemical attack was launched. It is in the vital national security interest of the United States to prevent and deter the spread of chemical weapons."**

What's crucial here is that Trump's justification for launching the strike isn't to end the Syrian civil war, or even to slow down Assad's killing of his country's civilians. It is a "targeted" strike designed as punishment for one specific crime: the 'alleged' use of chemical weapons.

The core problem with any proposed plan for intervention against Assad has always been the risk that it could get wildly out of hand, dragging the US deeper into the Syrian conflict than it was prepared to go and potentially making the already incredibly complex and bloody war even worse. Any serious intervention in Syria also carried the very real risk of killing Russian soldiers, who are in Syria helping Assad, thus potentially sparking conflict with a powerful, nuclear-armed enemy.

The Trump administration is trying to avoid this kind of open-ended commitment. By going out of his way to emphasize that this US strike targeted the exact airbase from where the chemical attack was launched, Trump is making it crystal clear that the strike is designed as a specific punishment for the recent chemical attack — and not a broader effort aimed at striking Assad until he stops bombing civilians or leaves power, notwithstanding the ambiguity surrounding the real perpetrators who actually carried out the brutal chemical attack.

However, the American goal has been stated clearly and it isn't to stop the bloodshed in Syria, but rather to send a message to Assad that 'chemical weapons' use is out of bounds. This is consistent with how Pentagon spokesperson Capt. Jeff Davis described the military's strategy in an email to press. "The strike was intended to deter the regime from using chemical weapons again," Davis said. "The use of chemical weapons against innocent people will not be tolerated." Put

that and the statement of Trump mentioned earlier together and we get a narrative being developed (or reshaped) by the spin-doctors in Washington.

It's also how Micah Zenko, an expert on military intervention at the Council on Foreign Relations, interpreted Trump's comments.

> "Trump's statement makes it clear [that] US cruise missile strikes are for enhancing [the] international norm against chemical weapons use, not protecting Syrian civilians," Zenko tweeted.

The implication here is that Trump has no desire to launch any more strikes unless Assad uses more chemical weapons. If Assad sticks to his normal tactics, and kills children with explosives rather than banned chemicals, then the United States will leave him alone. This attack will, it seems, be a one-off — or at least part of a relatively small battery of punitive strikes.

But limited strikes, historically, don't always stay limited. We have no idea if this will actually stop Assad from using banned weapons, or what Trump would do if he did. And a sense of "ownership" of the Syrian civil war afterward could lead to even further US escalation.

> "Tonight's strikes may deter Assad, compel Russian cooperation with US interests, [and] not lead to deeper US military involvement," Zenko tweeted. "However, if these rosy scenarios do all occur, it would be almost unprecedented in US military interventions dating back to [1975]."

Trump's objective appears to be limited. Who knows how long it will stay that way.

__Source__: ***adapted from an article in the Vox News***

چاہتے تھے۔حالانکہ اس ایک تقریر کے مقابلے میں اسلامی ریاست کے خد وخال واضح کرنے کے لیے، قائد کے 101 اقوال قبل از تقسیم اور 14 ارشادات بطور گورنر جنرل پاکستان دستاویزات کی صورت میں موجود ہیں جو کہ Secularism کے اس ’’تیر نیم کش‘‘ کے ہدف کو ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔اور جہاں تک 11 اگست والی تقریر کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس کے ذریعے قائداعظم نے غیر مسلم اقلیتوں کو یقین دلایا کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو بنیادی انسانی حقوق حاصل ہوں گے اور مذہب کی بنیاد پر ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔قانون کی نظر میں پاکستان کے شہری بلا امتیاز ایک جیسے سلوک کے مستحق ہوں گے۔

جو لوگ پاکستان کے وفادار ہیں، انہیں خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے استحکام کا دارومدار صرف ایک چیز پر ہے اور وہ وہی ہے جس نے اس کو جنم دیا تھا۔یعنی ’’مذہبی جذبہ‘‘۔ باوقار و باعزت اور حقیقتاً آزاد و خود مختار پاکستان صرف اسلام کا دامن تھام کر ہی بن سکتا ہے۔لیکن یہاں ہم ایک بات مسلمانانِ پاکستان اور خاص طور پر مذہبی رجحان کے حامل اپنے بھائیوں سے کہنا چاہیں گے کہ یہ کام محض ڈرائنگ رومز میں اسلام کے عادلانہ نظام پر گفتگو کرنے سے یا اہل سیاست کو تنقید کا نشانہ بنانے سے نہیں ہوگا بلکہ اگر آپ اسلام اور پاکستان سے مخلص ہیں تو آپ کو نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر یعنی پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے عملی طور پر میدان میں اترنا ہوگا۔ایک ایسے پاکستان کے لیے مال اور جان کی بازی لگانا ہوگی جس کے دستور میں حقیقی معنوں میں قرآن وسنت کو بالادستی حاصل ہو اور اس حوالہ سے کسی کو کوئی استثنا حاصل نہ ہو۔اسلامی پاکستان ہی ہماری دنیوی اور اُخروی فلاح کی بنیاد بن سکتا ہے۔ایاز امیر صاحب کی خدمت میں صرف اتنی عرض ہے: ’’ایاز قدرِ خود راشناس‘‘ اللہ ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی توفیق دے۔آمین ☆☆☆

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی!

مدیر ہفت روزہ ’’ندائے خلافت‘‘ لاہور

ایوب بیگ مرزا

کے مدبرانہ، حکیمانہ، ناصحانہ، اداریوں کا حسین مرقع

بعنوان: ’’حق گوئی‘‘ شائع ہوگیا ہے

جس کے مطالعے سے عالمی اور ملکی حالات پر بصارت ہی نہیں، بصیرت بھی حاصل ہوتی ہے اور عمل کے لیے ایک جذبۂ محرکہ بھی پیدا ہوتا ہے

23x36 سائز کے 404 صفحات ❁ عمدہ پرنٹنگ ❁ دیدہ زیب نفیس ٹائٹل ❁ مضبوط جلد

قیمت صرف: 300 روپے

شائع کردہ: **مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-35869501

VOL : 26 **Regd. C.P.L NO. 114** No.16

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

PHARMA

your Health our Devotion